ہمارے آئمہ ۱۰

تالیف: علی محمد دخیل

امام
علی نقی علیہ السلام

ترجمہ: سید صفدر حسین نجفی

ناشر: مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز

امام علی نقی علیہ السلام

تالیف

علی محمّد علی دخیلؔ

ترجمہ

مولینا سیّد صفدر حسین نجفی

ناشر

مِصباحُ الھُدٰی پبلیکیشنز
۱۰۔ گنگارام بلڈنگ شاہراہِ قائدِ اعظم ۔ لاہور
فون نمبر ۳۲۰۵۷۱

نام کتاب :۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام

تالیف :۔ علی محمد علی دخیل

مترجم :۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی

ناشر :۔ مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز

زیر اہتمام :۔ مصباح القرآن ٹرسٹ

کتابت :۔ دار الکتابت۔ حضرت کیلیانوالہ

مطبع :۔ زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

تاریخ اشاعت :۔ ذیقعد سنہ ۱۴۰۹ھ

ہدیہ :۔ ۲۰/ روپے

ملنے کا پتہ

قرآن سنٹر

۲۴۔ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار۔ لاہور

فہرست

MAAB 1431
maablib.org

عرضِ ناشر

مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تعلیمات کو اردو داں طبقے میں عام کیا جائے۔

چنانچہ بارہ ۱۲ کتابوں پر مشتمل "ہمارے آئمہؑ" کے نام سے ایک سیریز قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

یہ لبنان کے معروف عالم دین جناب علی محمد علی دخیل کی ان بارہ کتابوں کا ترجمہ ہے جو انہوں نے عربی زبان میں "آئمتنا" کے نام سے لکھی تھیں۔

ان کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ جناب مولانا سیّد صفدر حسین نجفی صاحب قبلہ نے کیا ہے۔

یہ ادارہ جناب سیّد انوار احمد بلگرامی کا مشکور ہے کہ انہوں نے وقت نکال کر اس ترجمے پر نظرثانی کی جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

آئمہؑ اطہار کے افکار کی روشنی گھر گھر پھیلنی چاہیئے۔ یہ بات تو آج وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ آج غیر مسلموں نے اس کرۂ ارض کو جس بے چینی اور کرب میں مبتلا کر رکھا ہے اس کا مداوا ان ہی ذواتِ مقدسہ کی پیروی میں ہے۔ جس قدر ہم ان پاک ہستیوں سے قریب ہوں گے اتنا ہی ہمارے مسائل کے حل بھی جلدی نکلتے چلے آئیں گے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام سے تمسک اب محض ذاتی اور انفرادی عقیدے کی بات نہیں رہی بلکہ یہ معاشرے کے صحن میں اقدار کی سرفرازی کے لیے بھی لازم ہوگیا ہے۔ بین الاقوامی روابط کس نہج پر استوار ہوں اس کے تعین کے لیے بھی ہم کو آئمہؑ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آپ ہی

بتائیں گے کہ صلح کس طرح کی جائے اور جنگ کس طرح۔ آپؑ ہی معاشرے میں خواتین کے کردار کا تعین کریں گے۔ آپؑ ہی سے پتہ چلے گا کہ ہمارا دوست کون ہے اور ہمارا دشمن کون۔ یہی حضرات ہم کو بتائیں گے کہ ہمارے لیے مفید کیا ہے اور ضرر رساں کیا۔ آپؑ ہی سے ہم جان سکیں گے کہ دنیا میں حسنہ کیا ہے اور آخرت میں حسنہ کا حصول کس طرح ممکن ہے دوسرا چارہ کار نہیں۔

آیئے آج ہم حضرت امام علی ہادی نقی علیہ السلام کے افکار و حالات کے مطالعہ سے اپنی زندگی کی جہت اور سمت کا تعین کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم کو محمد و آلِ محمدؐ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز

اھداء

و

انتساب

میرے سید و آقا ابو محمدؑ

آپؑ کے والد گرامی امام علی ہادی النقی علیہ السلام
کی زندگی کے چند صفحات ہیں جو میں آپؑ کی
خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔
میرے آقا مجھے امید ہے کہ آپ انہیں قبول
فرمائیں گے:

آپ کا غلام

علی محمد علی دخیلؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اس کتاب کے بارے میں

اس کتاب میں ہم امام ابوالحسن ہادی علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی پیش کر رہے ہیں۔ جہاں آپ کے بعض ارشادات اور مواعظ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں علماء اور محققین اور دانشوروں کے وہ اقتباسات پیش کیے گئے ہیں جو ان حضرات نے امام علیہ السلام کے فضل و کمال کے اعتراف اور آپؑ کے مقام و منزلت کی عظمت کے بارے میں تحریر کیے ہیں۔

امت مسلمہ کے لیے ہر طرح مناسب ہے کہ وہ آئمہ اہل بیتؑ کی طرف رجوع کرے ان ہی کی طرف رخ کرے۔ ان کی تعلیمات کو اپنائے، ان کے اوامر اور احکامات کی اطاعت کرے، ان کے مناہی سے رکے۔ اس لیے کہ یہی وہ حضراتؑ ہیں جو نص حدیث کی بنا پر وہ کشتی ہیں کہ جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا وہ غرق ہوا اور تباہی کے غار میں گرا۔ اور اس لیے بھی کہ یہ وہ وزنی چیز ہیں جن کو رسولؐ اکرم اُمت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ نے چاہا اور ان کا ارادہ ہے کہ یہی حضراتؑ مخلوق پر حاکم ہوں، بندوں کے سارے امور کی تنظیم و تدبیر کریں اور مسلمانوں کے امیر اور حاکم ہوں۔

مگر امت نے ان کو ان کے مقام سے پیچھے ہٹا دیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کو جن مراتب پر رکھا تھا وہاں نہیں رہنے دیا۔

نتیجہ یہ کہ مسلمان اپنی ان نعمتوں سے محروم ہو گئے جو ان کا حصہ تھا اور جو ان کے نصیب میں تھا۔ اور پھل پھول نہ سکے نہ رشد و ہدایت حاصل کر سکے۔

جو انہوں نے بویا وہی کاٹا کہ آج مسلمان گروہ در گروہ منقسم ہیں۔ مختلف مکاتب فکر اور قومیتوں میں بٹ گئے ہیں۔ ان کی وحدت ختم ہو گئی ہے۔ حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ایک امت واحدہ بنا دیکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ فرمایا:

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون

یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے۔ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ تم میری ہی عبادت کرو۔

گذشتہ لوگوں نے اگر اقتدار اور سلطنت کے لالچ میں آکر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو منصب حاکمیت سے الگ کر دیا اور امت کی قیادت سے ان حضرات کو ہٹا دیا۔ تو آج کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس کیا عذر ہے اور کیا جواز ہے جو انہوں نے اہل بیت علیہم السلام سے دوری اختیار کی ہوئی ہے اور ان کی تعلیمات سے منہ موڑا ہوا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی طرف راغب ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں جو علم و معرفت اور کتاب و سنت کے سمجھنے میں بہر حال ان حضرات سے پست اور کمتر ہیں۔

آئمہ علیہم السلام سے اور ان کی تعلیمات سے اس دوری کی وجہ جہالت ہو سکتی ہے یا اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی اور عناد ہو سکتا ہے۔

خداوند عالم امت مسلمہ کو ان حضرات کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتے۔ ان کے طور طریقے پہ چلنے پر یکجا کر دے اور اس بات پہ سب کو متحد کر دے۔

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ

ملت ابراہیم سے کوئی منہ نہیں پھیرتا سوائے اس کے جس کا نفس نادان ہے

علی محمد علی دخیل

امام علی ہادی النقی علیہ السلام

ایک نظر میں

آپؑ کے دادا : امام علی رضا علیہ السلام۔
آپؑ کے والد : امام محمد جواد علیہ السلام۔
آپؑ کی والدہ : سمانہ مغربیہ۔
آپؑ کی ولادت : صریا میں (جو مدینے کے مضافات میں ایک بستی ہے) پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں ہوئی۔[۱]
آپؑ کی کنیت : ابوالحسن
آپؑ کے القاب : نقی ہادی، نجیب، مرتضیٰ، عالم، متقی، فقیہ، امین، مؤتمن، طیب، متوکل، عسکری اور ناصح ہیں۔
آپؑ کی انگوٹھی کا نقش : اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ۔
(اللہ میرا پروردگار ہے وہی مجھے اپنی مخلوق سے محفوظ رکھنے والا ہے)۔
آپؑ کی زوجہ : سلیل[۲]
آپؑ کی اولاد : امام حسن عسکری علیہ السلام، حسین، محمد، جعفر اور علیہ ہیں۔

---

[۱] ابن عیاش سے روایت ہے کہ آپؑ کی ولادت پانچ رجب کو ہوئی۔ کشف الغمہ اور عیون المعجزات میں ہے کہ ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی۔

[۲] ان مخدرہ کی جلالت کے لیے اتنا کافی ہے کہ شدت اور سختی کے زمانے میں یہی خاتون احکام کے نقل کرنے میں شیعوں کی پناہ گاہ تھیں۔

آپؑ کے پوتے : امام مہدی علیہ السلام۔

آپؑ کا سر من رائے (سامرہ) آنا : متوکل عباسی نے آپؑ کو یہاں بلوایا جہاں آپؑ بیس سال نو ماہ رہے۔

آپؑ کے شعرا : عوفی۔ دیلمی۔ محمد بن اسمٰعیل صیمری۔ ابوتمام طائی۔ ابوالغوث اسلم بن مہوز منبجی۔ ابو ہاشم جعفری۔ حمانی

آپؑ کے دربان : عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان۔

آپؑ کی نظر بندی : آپؑ عمر بھر ظالموں کے قید خانوں میں رہے جن کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ : معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین اور معتز۔

آپؑ کی شہادت : آپ دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۴ھ[۱] کو معتز عباسی کے زہر کے اثر سے شہید ہوئے۔

آپؑ کی قبر مبارک : آپؑ سر من رائے (سامرہ) میں اپنے گھر ہی میں دفن ہوئے آج آپؑ کی قبر مبارک بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ جس کے اوپر دنیا کا سب سے بڑا سونے کا قبہ ہے۔ اس کی تعمیر میں ۲۰۰۰ ۷ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئیں۔[۲]

یہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کرنے اور آپ کو سلام کرنے اور آپ کی ضریح اقدس کے گرد طواف کرنے جوق در جوق آتے ہیں۔ روضہ اقدس پر ہمہ وقت ازدہام ہوتا ہے۔

آپؑ کی مدت امامت۔ ۳۴ سال

آپؑ کی عمر : ۴۲ سال

---

[۱] یعقوبی اور اس کے پیرو کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۲۷ جمادی الآخرہ کو ہوئی تھی۔

[۲] کتاب، دلیل سامرا، ص ۲۷، ملاحظہ کریں۔ اپنی کتاب تحفۃ العالم میں سید جعفر بحر العلوم (ص ۲/۷۳) پر ذکر کرتے ہیں کہ کتبوں اور حاشیوں کے علاوہ بنائے قبہ میں ۷۲۰۰ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئی ہیں۔

آپؑ کی خلافت کی نص

لوگوں کی کثیر تعداد کا کسی چیز کا قبول کرنا یا اس کو رد کرنا اس چیز کی اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا۔ کروڑوں ہندؤں کا گائے کو پوجنا اس پرستش کو دانشوروں اور اہل فکر و نظر کے سامنے صحیح ثابت نہیں کرتا۔ یا قریش کا اسلام کے پیغام سے پیٹھ پھیر لینا، اس کی مخالفت میں کھڑے ہونا، رسول اکرمؐ سے جنگ کرنا اسلام کی اپنی صلاحیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ اس بات کو غلط ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات ہے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام سے بھی ان کے زمانے میں لوگ ان سے دوری اختیار کیئے رہے، ان پر ظلم و ستم کرتے رہے اور ان کے زمانے کی حکومتوں نے ان پر فرداً فرداً جفا کاریاں کیں اور ان کو مصیبتوں اور شدائد اور قید و بند میں مبتلا کیے رہے۔ مگر اس کے باوجود یہ حضراتؑ تنہا صبر اور استقامت سے معاشرے کے میدان میں رشد و ہدایت اور تعلیم و تعلم کا دریا بہاتے رہے۔

کتابیں ان کے علوم و معرفت سے بھری پڑی ہیں۔ محفلیں اور مجلسیں ان کے ذکر جمیل اور ثنائے جزیل سے معطر ہیں۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے قید خانوں کی کال کوٹھڑیوں میں زندگیاں گذارنے کے باوجود اور ان حکومتوں کی سخت گیر نگرانی اور شہر شہر جلا وطنی کے باوجود آپؑ حضرات علوم کے نشر کرنے، امت کو اسلامی ثقافت و تمدن سے روشناس کرانے اور اسلام کے فروغ میں ہمہ تن لگے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ آپؑ حضرات اپنے آپؑ کو دین اسلام کے قائم و دائم رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کے ذمہ دار جانتے تھے۔

چنانچہ ہر امامؑ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ اپنے بعد والے خلیفہ اور قائم مقام پر نص قائم کریں اور ان کا تعین کر جائیں۔ تاکہ وہ آسمانی رسالت و پیغام کو مستحکم اور قائم دائم رکھنے، حکم خدا کو زمین میں پھیلانے اور آگے بڑھانے، حق کو باطل سے جدا کرنے اور دونوں میں امتیاز کرنے حجت کو قائم کرنے اور لوگوں کے عذروں کو بے بنیاد ٹھہرانے میں کامیاب ہوسکیں۔

یہاں وہ نصوص بیان کی جارہی ہیں جو امام محمد جواد علیہ السلام سے امام ہادی علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں۔

۱۔ امیہ بن علی قیسی کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد کون خلیفہ ہے تو آپؑ نے فرمایا: میرا بیٹا علیؑ۔[1]

۲۔ محمد بن عثمان کوفی کہتا ہے: میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا: اگر آپؑ کو کوئی حادثہ پیش آیا، ہم اللہ سے اس سے پناہ مانگتے ہیں، تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع کریں) تو آپؑ نے فرمایا میرے اس بیٹے یعنی ابو الحسنؑ کی طرف۔[2]

۳۔ صقر بن دلف کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام کو کہتے سنا کہ میرے بعد علیؑ امام ہے۔ اس کا امر و حکم میرا امر ہے۔ اس کا قول میرا قول ہے۔ اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کے بعد امامت اس کے بیٹے حسنؑ میں ہے۔[3]

۴۔ اسماعیل بن مہران کہتا ہے کہ جب ابو جعفرؑ اول بار مدینے سے بغداد جانے لگے تو شہر سے نکلتے وقت میں نے ان سے کہا میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے وہاں جانے پر۔

---

[1] اثبات الہداۃ ۶ / ۲۰۹

[2] اثبات الہداۃ ۶ / ۲۱۱

[3] البحار ۱۲ / ۱۲۷

آپ کے بارے میں مجھے خوف ہے۔ آپؑ کے بعد امر امامت کس کی طرف ہے:۔
یہ سن کر ہنستے ہوئے آپؑ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اس سال وہ نہیں ہونے کا جس طرف تیرا خیال چلا گیا ہے۔
بعد میں جب آپؑ کو معتصم نے بلایا تو میں پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے بعد یہ امر کس کی طرف ہے۔ تو آپؑ نے گریہ فرمایا۔ آپؑ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ اس دفعہ (حادثے کا) ڈر ہے میرے بعد امر امامت میرے بیٹے علیؑ کے لیے ہے۔[۱]

۱۔ البحار ۱۲ / ۱۲۷
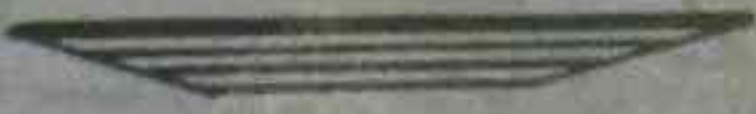
آپؑ کی عبادت

جن مورخین نے امام ہادی علیہ السلام کے حالات زندگی لکھے ہیں انہوں نے آپ کی عبادات کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ کا بھی ذکر ہے کہ ایک بار متوکل عباسی کے آدمیوں نے آپ کے گھر پر یورش کی تو دیکھا کہ آپ نے پشم کا کرتا پہنا ہوا ہے اور فرش پر بیٹھ کر قرآن حکیم کی ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے جو وعدے اور وعید سے متعلق ہیں۔

یہ لوگ آپؑ کو اٹھا کر متوکل عباسی کے یہاں لے گئے۔ وہ اس وقت شراب کی محفل جمائے ہوئے تھا۔ اس نے شراب کا جام آپؑ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے اس سے کہا کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔

خدا ابوفراس پر رحمت نازل فرمائے۔ اپنے اس شعر میں گویا اس نے اسی واقع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تتلی التلاوۃ فی ابیاتھم سحرًا

وفی بیوتکم الاوتار والنغم

ان کے گھروں میں سحر کے وقت آیات کی تلاوت ہوئی ہے اور تمہارے گھروں میں سارنگیاں بجتی ہیں اور نغمہ سرائی ہوتی ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب آپؑ قید میں تھے تو دن کو روزے رکھتے اور رات قیام وعبادت میں بسر کرتے تھے۔

یہ بات حضرت علی علیہ السلام کے پوتے کے لیے کوئی عجوبہ نہیں تھی۔ جنگ صفین میں جن کا مصلیٰ دونوں صفوں کے درمیان بچھا ہوتا جس پر آپ معمول کے مطابق ساری رات نماز پڑھتے۔ اس دوران آپ کے کانوں کے پاس سے تیروں کے گذرنے کی

آواز اس طرح آتی جیسے بارش ہو رہی ہو مگر آپ پورے اطمینان سے نماز میں مشغول رہتے۔

ان کے لیے کوئی تعجب کی بات نہیں جو حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی اولاد ہیں جو رات و دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہاں ہم آپؑ کی عبادت کے بارے میں بعض روایات درج کر رہے ہیں:

۱۔ فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے سجدہ کیا اور سجدے میں کہا۔

راغماً لك یا خالقي داخراً صاغراً خاضعاً

اے میرے خالق تیرے سامنے سجدہ کرتا ہوں اپنی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے، اپنے آپؑ کو ذلیل و حقیر اور خاضع سمجھتے ہوئے۔

آپؑ ساری رات اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ [1]

۲۔ حائری کہتا ہے کہ آپؑ کو اپنے پروردگار کی عبادت کے شوق میں ساری رات قرار نہیں تھا۔ آپ بہت کم سوتے اور کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے قرآن کی خوش الحانی سے تلاوت کرتے۔ خود بھی گریہ کرتے اور جو سنتا وہ بھی روتا۔

آپؑ رات کی تاریکی میں ریت اور کنکریوں پر بیٹھتے اور عبادت، استغفار اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔

آپ اکثر اس طرح شب بیداری کرتے۔ [2]

۳۔ ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے بارے میں خلیفہ متوکل عباسی کے دربار میں چغل خوری کی گئی کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور شیعوں کے خطوط وغیرہ ہیں۔

متوکل نے رات کے وقت اپنے ترک سپاہی بھیجے جو بے قدموں آپؑ کے کمرے میں گھس آئے۔ آپ کمرے میں تنہا کنکری اور ریت کے فرش پر بیٹھے تلاوت میں مشغول تھے۔ آپؑ نے بالوں کا ایک کرتا پہن رکھا تھا اور سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا۔ آپؑ اپنے

---

[1] کشف الغمہ - ۲۹۵

[2] نور الابصار - حائری، ص ۲۷۷

پروردگار کی طرف متوجہ تھے اور خوش الحانی سے وعدے اور وعید کی آیات کی تلاوت کر رہے تھے۔

آپؑ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے رات کی تاریکی میں متوکل عباسی کے پاس لے جایا گیا اور اس کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ اس وقت وہ شراب نوشی میں مشغول تھا اور اس کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔

جب اس نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

آپ کے گھر سے ان میں سے کوئی چیز نہ ملی جس کے بارے میں متوکل کو جھوٹی خبر دی گئی تھی۔ نہ کوئی ایسی بات سامنے آئی جس کو آپؑ کے خلاف وہ استعمال کر سکتا چنانچہ وہ پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس لعین نے آپؑ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا اے مسلمانوں کے امیر یہ میرے گوشت اور خون میں کبھی بھی داخل نہیں ہوئی۔ تو مجھے اس سے معاف رکھ۔

متوکل نے آپؑ سے اشعار کی فرمائش کی کہ کچھ ایسے اشعار پڑھیں جو مجھے پسند آئیں۔ آپؑ نے فرمایا میں بہت کم اشعار پڑھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا اس سے چارہ نہیں آپؑ کو ضرور سنانا پڑے گا۔

چنانچہ آپ نے یہ اشعار سنائے۔

باتوا علی قلل الاجبال تحرسھم

غلب الرجال فما اغنتھم القلل

واستنزلوا بعد عز من معاقلھم

فاودعوا حفرا یا بئس ما نزلوا

ناداھم صارخ من بعد ما قبروا

این الاسرۃ والتیجان والحلل

این الوجوہ التی کانت منعمۃ

من دونھا تضرب الاستار والکلل

فافصح القبر عنهم حين ساءلهم

تلک الوجوہ علیها الدود ینتقل

قد طالما اکلوا دهرا وقد شربوا

فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

وطالما عمروا دورا لتحصنهم

ففارقوا الدور والاهلین وانتقلوا

وطالما کنزوا الاموال وادخروا

فخلفوها علی الاعداء وارتحلوا

اضحت منازلهم قفرا معطلة

وساکنوها علی الاجداث قد رحلوا

ترجمہ:

انہوں نے رات پہاڑوں کی چوٹیوں پر قوی لوگوں کی حفاظت میں گذاری۔ مگر وہ پہاڑوں کی چوٹیاں ان کو نفع نہ دے سکیں وہ عزت کے بعد اپنی پناہگاہوں سے اتار لیے گئے اور ان کو زمین کے گڑھوں میں جگہ دی گئی۔ کیسے برے مقام پر وہ اترے۔

ان کے دفن ہونے کے بعد ایک چیخ کر پکارنے والے نے ان کو آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے وہ کنگن، تاج اور عمدہ اور اچھے لباس؟ کہاں ہیں وہ چہرے جو ناز و نعم میں پلے تھے کہ جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے۔

ان کے متعلق سوال کرنے والے سے قبر نے صاف الفاظ میں کہا کہ ان چہروں پر تو کیڑے چل رہے ہیں۔

وہ ایک عرصے تک کھاتے پیتے رہے اور آج وہ خود کھائے جا رہے ہیں ایک عرصے تک وہ گھر تعمیر کرتے رہے کہ وہ ان کی حفاظت کر سکیں مگر

وہ ان گھروں اور گھر والوں سے جدا ہو کر قبروں میں منتقل ہو گئے۔

ایک عرصے تک وہ مال و دولت کے ذخیرے جمع کرتے رہے مگر پھر اپنے دشمنوں کو اپنا جانشین بنا کر کوچ کر گئے۔

ان کے گھر چٹیل میدان ہو کر غیر آباد پڑے ہیں۔ ان میں رہنے والے اپنی اپنی قبروں کی طرف رحلت کر گئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہر شخص جو وہاں حاضر تھا اس بات سے خائف تھا کہ یہ اشعار سن کر متوکل عباسی غصے اور غضب کی حالت میں حضرت امام علی نقیؑ کے خلاف کوئی سخت حکم صادر نہ کر دے۔

مگر ہوا یہ کہ متوکل کافی دیر تک روتا رہا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی رونے لگے۔

متوکل نے حکم دیا کہ شراب اٹھالی جائے۔

آپؑ سے پوچھا یا ابوالحسنؑ کیا آپؑ پر کوئی قرض ہے۔ فرمایا ہاں چار ہزار دینار یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ یہ رقم آپؑ کو دی جائے اور اسی وقت عزت و احترام کے ساتھ آپؑ کو گھر پہنچا دیا جائے۔[1]

۴۔ قطب راوندی کہتا ہے کہ آپؑ رات کو قبلہ رو ہوتے اور لحظہ بھر بھی سستی نہ کرتے۔ آپؑ کے جسم پر پشم کا جبہ ہوتا۔ آپؑ کا سجادہ چٹائی پر ہوتا۔[2]

---

[1] مروج الذہب ۴/۹۴۔ مراۃ الجنان ۲/۱۶۰۔ وفیات الاعیان ۱/۳۲۲ نور الابصار۔ حائری ۲۷۸۔ الائمۃ الاثنا عشر۔ محمد بن طولون۔ ۱۰۸

[2] الخرائج والجرائح۔

آپؑ کی سیرت کا ایک پہلو

جب آئمہ اہل بیتؑ کا ذکر آتا ہے تو آدمی کا ذہن عبادت پرہیز گاری، تقویٰ جود و سخا شجاعت، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ صفات کی طرف جاتا ہے۔ حق کی جان کی قسم یہ ذوات مقدسہ مجمع الفضائل تھے۔ ان ہی کی طرف ہر فضیلت رخ کرتی ہے۔ اور ان ہی سے ہر بزرگی اور کرامت متصل ہوتی ہے۔

جس کی بنا پر یہ حضرات دوسروں سے ممتاز ہیں وہ ان کا بے نظیر طرز زندگی اور اعلیٰ اخلاق ہیں۔ یہی وہ سیرت ہے اور اعلیٰ اخلاق ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے اُمت کے کچھ لوگوں کی صحیح سمت رہنمائی کی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حق کے راستے پر لے کر آگے بڑھے یہاں ہم امام ہادی النقی علیہ السلام کی سیرت کے چند پھول چن کر سلک تحریر میں لاتے ہیں۔

۱۔ مسعودی کہتا ہے کہ آپؑ کے (مدینے سے) سامرا کی طرف روانگی کے موقع پر شہر سے باہر تک الوداع کہنے آپ کے ساتھ ساتھ بریحہ عباسی بھی گیا۔ بریحہ عباسی حرمین کا پیش نماز تھا (امام کعبہ اور امام مسجد نبوی تھا) راستے میں بریحہ کہنے لگا کہ مجھے علم ہے کہ آپؑ کو اس کی خبر ہو چکی ہے کہ آپؑ کے یہاں سے (خلیفہ کے پاس) جانے کا سبب میں بنا ہوں[1]

میں بڑی سے بڑی قسم کھاتا ہوں کہ اگر آپ نے میری شکایت خلیفہ یا اس کے مصاحبین یا اس کے بیٹوں سے کی تو میں آپؑ کے باغات اور نخلستانوں کو یہاں

---

[1] یعنی میری شکایت حکایت کی وجہ سے آپ کی خلیفہ کے دربار میں طلبی ہوئی ہے۔ (مترجم)

جلا کر راکھ کر دوں گا، آپؑ کے غلاموں اور آدمیوں کو قتل کروا دوں گا۔ اور آپؑ کی جاگیر کے چشموں کا پانی زمین دوز کر دوں گا۔ اس میں ذرا کمی نہیں کروں گا۔

یہ سن کر ابو الحسنؑ اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میرا تجھے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا سب سے قریب ترین وقت آنے والی رات ہے۔ میں ایسا نہیں کہ تجھ کو خداوند تعالےٰ کے سامنے پیش کرنے کے بعد پھر اس کی کسی مخلوق سے تیری شکایت کروں۔

یہ سنا تو بریحہ منہ کے بل آپؑ کے سامنے گر پڑا اور رونے اور گڑگڑانے لگا آپؑ سے معافی کا طلب گار ہوا تو آپؑ نے فرمایا چلو تم کو معاف کیا۔[1]

۲ علی بن حمزہ کا کہنا ہے کہ میں نے ابو الحسن ثالث علیہ السلام کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا۔ آپ پسینے میں نہائے ہوئے تھے۔ میں نے آپؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں کھیتوں میں کام کرنے والے لوگ کہاں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا اے علی اپنی زمین میں بیلچوں کے ساتھ ان ہستیوں نے کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے ماں باپ سے بہتر و برتر تھے۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہستیاں ہیں۔ فرمایا رسولؐ اللہ اور امیر المومنینؑ اور میرے سب آباؤ اجداد علیہم السلام اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور یہ انبیاء و مرسلین اور اوصیاء صالحین کا عمل ہے۔[2]

۳۔ آپؑ ایک مرتبہ سر من رائے (سامرا) سے کسی کام سے باہر تشریف لے گئے ایک دیہاتی عرب آپؑ کو تلاش کرتا ہوا سامرا آ گیا۔ جب اس کو بتایا گیا کہ آپ شہر سے باہر گئے ہیں تو وہ دیہاتی آپ کے پاس وہاں پہنچا۔ آپؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری حاجت کیا ہے

اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ کے اعراب میں سے ہوں جو آپؑ کے جد امجد

---

[1] اثبات الوصیۃ ۲۲۵

[2] سیرۃ الامام العاشر علی الہادی۔ ۴۸

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھتے ہیں۔ میں ایک بڑے قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں جو مجھ سے ادا نہیں ہو پا رہا ہے۔ سوائے آپ کے میری نظر میں کوئی نہیں جس کے پاس میں جاؤں اور جو میرے قرض کو اتار سکے۔

ابوالحسنؑ نے فرمایا تو مطمئن رہ تیری پریشانی دور ہوگی۔ اس کو اپنے یہاں مہمان رکھا دوسرے دن ابوالحسنؑ نے اس اعرابی سے کہا کہ میری تجھ سے ایک درخواست ہے خدا کے واسطے تو میری مخالفت نہ کرنا۔

اس نے وعدہ کیا کہ میں آپؑ کی مخالفت نہیں کروں گا۔

ابوالحسنؑ نے ایک پرچہ لکھا جس میں یہ ذکر تھا کہ اس اعرابی کا اتنا مال میرے ذمے ہے اور یہ قرض فوری ادا ہونا ہے۔ یہ پرچہ لکھ کر اس کو دیا اور کہا کہ جب میں سر من رائے (سامرہ) واپس پہنچوں تو یہ پرچہ لے کر میرے پاس اس وقت آنا جب کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور سختی سے اس رقم کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا کہ جلد یہ رقم واپس کی جائے۔ پھر فرمایا کہ خدا کے واسطے اس میں میری مخالفت نہ کرنا۔

اس نے وعدہ کیا اور خط لے لیا۔

جب ابوالحسنؑ سامرا پہنچے تو وہ اعرابی حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ کے پاس خلیفہ کے آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اعرابی نے ان سب کے سامنے وہ خط نکالا اور آپؑ سے رقم کا مطالبہ کیا۔ ابوالحسنؑ اس کو سمجھاتے بجھاتے رہے اور اس سے معذرت کرتے رہے اور رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

یہ واقعہ متوکل عباسی کے یہاں دہرایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ابوالحسنؑ کے پاس تیس ہزار درہم بھیجے جائیں۔

آپؑ نے وہ رقم اپنے پاس رکھ لی یہاں تک کہ وہ اعرابی دوبارہ آیا۔ آپؑ نے وہ رقم اس کے حوالے کی اور کہا اس سے اپنا قرض ادا کر دو۔ اور جو بچ جائے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا۔ ہم کو معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم میں اس سے ایک تہائی رقم

سے زیادہ کی امید نہ رکھتا تھا۔ مگر اللہ بہتر جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی رسالت کو قرار دے رہا ہے اس نے وہ رقم لی اور واپس کوفے گیا۔[1]

۴۔ محمد بن ریان بن صلت کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں خط لکھا جس میں ایک دشمن کے بارے میں حیلہ و فریب کرنے کے متعلق میں نے اجازت چاہی آپؑ نے اس سے منع فرمایا۔[2]

۵۔ ابوطیب یعقوب بن یاسر کہا کرتا تھا کہ وائے ہو تم پر مجھے ابن رضاؑ (امام علی نقیؑ) کے معاملے نے عاجز کر رکھا ہے۔ میں نے بہتیری کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ شراب پئیں اور میرے ندیم و ہم نشیں بنیں مگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ مجھ کو اس سلسلے میں ایک موقع بھی نہیں ملا۔[3]

۶۔ آپؑ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو ہمارے بارے میں علم ہے کہ ہم اسی کی طرف مشکلات میں پناہ لیتے ہیں، شدائد اور آلام میں اسی پر توکل کرتے ہیں۔ اس نے ہم کو اس کا عادی بنایا ہے کہ جب ہم اس سے سوال کریں تو وہ قبول کرتا ہے۔ ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم اپنی عادت چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنی عادت چھوڑ دے۔[4]

---

[1] سفینۃ البحار ۲/۷۰۴۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۳۳۔ کشف الغمۃ ۲۹۱۔ نور الابصار ۱۴۰۔ الفصول المہمۃ ۲۲۴۔ سبائک الذہب ۷۵۔

[2] الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۲۶۔ کشف الغمۃ ۲۹۶

[3] اعلام الوریٰ ۳۰۹۔ المجالس السنیۃ ۵/۲۴۴۔ نور الابصار حائری ۲۹۴۔ الارشاد ۳۰۳۔ کشف الغمۃ ۲۹۳۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۲۳

[4] البحار ۱۲/۱۲۹

آپؑ کا احسان و کرم

تاریخ کی کتابیں، سوانح اور تراجم اور سیر ائمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احسان و کرم اور امت مسلمہ پر ان کی مہربانیوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے لطف و کرم بادشاہوں اور امراء کے لطف و کرم سے کہیں بلند اور وسیع ہیں اور ان کا احسان اور نیکی کرنا عام لوگوں کے احسان سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ یہ حضراتؑ ہر فضیلت کے منبع ہیں اور ہر خیر و احسان کے معدن ہیں۔ مولا جل شانہٗ نے ان کو سارے صفاتِ کمال بخشے ہیں۔ اور تمام مکارمِ اخلاق عطا فرمائے ہیں۔

یہاں امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے احسان و کرم کی گفتگو ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر کتاب میں وہ کچھ سما نہیں سکتا جو مورخین نے اور سیرتؑ لکھنے والوں نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔ چنانچہ یہاں ہم چند ایک واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوالحسنؑ ہادی کی بارگاہ میں ابو عمرو عثمان بن سعید، احمد بن اسحاق اشعری اور اور علی بن جعفر ہمدانی حاضر ہوئے۔ وہاں احمد بن اسحاق نے اس قرض کی شکایت کی تھی جو اس کے ذمے تھا۔

آپؑ نے اپنے وکیل سے فرمایا اے عمرو اس کو تیس ہزار دینار دے دو اور علی بن جعفر کو بھی تیس ہزار دینار دیا جائے۔ تم خود بھی تیس ہزار دینار لے لو۔

یہ ایک معجزہ ہے کیونکہ اس پر بادشاہوں کے علاوہ کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ ایسی عطا و بخشش ہم نے نہیں سنی[1]

[1] المناقب ۲/ ۹ ۴ ۴

۲ ۔ اسحاق جلاب کہتا ہے کہ میں نے یوم ترویہ ابوالحسنؑ کے لیے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں جو آپؑ نے اپنے عزیز اقارب میں تقسیم کیں۔[1]

۳ ۔ ابو ہاشم جعفری کا کہنا ہے کہ میں سخت تنگی میں تھا۔ چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد علیہم السلام کے پاس گیا۔ بارگاہ میں حاضر ہونے کا اذن ملا تو وہاں جا کر بیٹھا۔ آپؑ نے فرمایا اے ابو ہاشم اللہ عزوجل کی تجھ پر وہ کون سی نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

ابو ہاشم کہتا ہے کہ یہ سن کر میں گھبرا گیا اور کچھ نہ کہہ پایا۔

آپؑ نے دوبارہ فرمایا: خدا نے تجھے ایمان ایسا رزق و عطیہ دیا جس کے ذریعے تیرا بدن جہنم کی آگ پر حرام ہو گیا۔ تجھے عافیت و بخشش عطا کی۔ اطاعت پر تیری اعانت کی تجھے قناعت و میانہ روی کی صفت دی کہ تو فضول خرچی سے بچا رہا۔

اے ابو ہاشم میں نے خود تجھ سے یہ باتیں اس لیے کہیں کہ خیال کیا کہ تو اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے جس نے تجھ پر یہ احسانات کیے ہیں۔

میں نے تیرے لیے ایک سو دینار کا حکم دیدیا ہے وہ لے لے۔[2]

۴ ۔ اسحاق جلاب (بڑے شہروں کے درمیان تجارت کرنے والا) کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کے لیے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں۔ آپ نے مجھے بلایا اور ایک میدان میں لے گئے وہاں آپؑ کے حکم کے مطابق میں نے ان بھیڑ بکریوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔[3]

۱۔ اعیان الشیعہ ق ۳/۴/ ۲۷۔

۲۔ البحار ۱۲/ ۱۳۰

۳۔ البحار۔ ۱۲/ ۱۳۰

آپؑ کی بعض وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی بہت نفیس اور عمدہ نصیحتیں کتابوں میں درج ہیں جو انسان کو اچھے عمل پر ابھارتی ہیں، تقویٰ کا حکم دیتی ہیں اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

یہ وصیتیں اور نصیحتیں اور ان پر لوگوں کا راغب کرنا اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

تاریخ نے صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کی وصیتوں کو محفوظ نہیں رکھا جیسا کہ آئمہ طاہرینؑ کی وصیتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

ان وصیتوں کا مقصد واحد اللہ کی طرف دعوت دینا، لوگوں کو اس کی اطاعت پر آمادہ کرنا اور امت کو صراط مستقیم پر ڈالنا اور اس کی اصلاح کا اہتمام کرنا ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کہ یہی حضراتؑ دین کے محافظ اور دین کے حامل ہیں۔ ان ہی حضراتؑ سے لوگوں نے دینی معارف اور اپنے نبیؐ کی سنت لی ہے۔

یہاں امام ابوالحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی چند وصیتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے۔

نعمتوں کا سامنا کرو۔ ان کی اچھی دیکھ بھال کرو اور عمدہ طریقے سے ان سے ملاقات کرو ان کا شکر ادا کر کے ان نعمتوں میں فراوانی چاہو۔

جان لو کہ نفس اس چیز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے جو اس کو عطا کی جائے اور اس چیز سے زیادہ رکنے والا ہے جو اس سے رد کی جائے۔ چنانچہ اس کو ایسی سواری پر سوار کرو جو سست رفتار نہ ہو۔[1]

---

[1] مآثر الکبراء ۳/ ۲۲۳

۲۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے۔

فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ میں مکہ سے خراسان واپس آ رہا تھا اور ابوالحسنؑ عراق کی طرف جا رہے تھے تو ہم دونوں راستے میں ساتھ ہو گئے۔ اس دوران میں نے آپؑ کو کہتے ہوئے سُنا:

جو اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اس سے ڈرا جاتا ہے۔

جو اللہ کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

میں کسی طرح آپؑ تک پہنچا اور آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا۔ اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ اول بات جو آپؑ نے مجھ سے کی یہ تھی۔

اے فتح جو خالق کی اطاعت کرے وہ مخلوق کے ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرے۔ اور جو خالق کو ناراض کرے وہ یقین رکھے کہ خالق مخلوق کی ناراضگی سے اس کو دوچار کرے گا۔

خالق کی تعریف و توصیف نہیں کی جا سکتی بجز اس طرح جیسے اس نے خود اپنی توصیف کی ہے۔

اس خالق کی کس طرح توصیف کی جا سکتی ہے کہ جس کے ادراک سے حواس عاجز ہیں اس کو پانے سے اذہان اور اس کی حد بندی سے دل میں اترنے والی چیزیں اور اس کے احاطہ کرنے سے انسان کی آنکھیں عاجز ہیں۔

وہ اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وصف کرنے والے اس کی توصیف کر سکیں۔ وہ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کی حمد و تعریف کرنے والے اس کی تعریف کریں۔ وہ اپنے قرب کے باوجود دور ہے اور بُعد کے باوجود قریب ہے۔ وہ اپنی دوری میں قریب اور قرب میں بعید ہے

اسی نے کیفیت کو کیفیت بنایا ہے۔ چنانچہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کس کیفیت میں ہے۔

اس نے کہاں کو کہاں بنایا ہے۔ چنانچہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے۔

وہ کیفیت اور اینیت (کہیں ہونا) کو منقطع کرنے والا ہے۔

وہ ایک اکیلا ہے وہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کو اس نے جنا ہے اور نہ کسی سے وہ پیدا ہوا ہے۔ کوئی اس کا کفو اور ہم پلہ نہیں ہے۔ اس کا جلال و عظمت جلیل و عظیم (جل جلالہ) ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے جب کہ خداوند عالم نے آپؐ کو اپنے نام کے ساتھ قریب کیا ہے۔ اور اپنی عطا میں ان کو شریک کیا ہے جو ان کی اطاعت کرے اس کے لیے اپنی اطاعت کی جزا واجب قرار دی ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

وما نقموا الا ان اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ

(کفار نے) عیب نہیں لگایا مگر اس بات کا کہ ان (مسلمانوں) کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے بے پرواہ اور غنی کر دیا ہے۔

جب وہ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔ جنہوں نے رسولؐ کی اطاعت ترک کی کہ وہ ان کو جہنم کی آگ کے طبقوں میں اور قطران (تارکول) کے لباس پہنانے کا عذاب دے گا تو کہیں گے۔

یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسول

اے کاش ہم نے اللہ کی اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔

اور ان کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور ان کی تعریف و توصیف کیوں کر کی جا سکتی ہے کہ جن کی اطاعت کو خدائے جلیل نے اپنے رسولؐ کی اطاعت کا قرین قرار دیا۔

جیسا کہ فرمایا!

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔

اور فرمایا ہے:۔

ولو ردوہ الی اللہ و الی الرسول والی اولی الامر منھم

اور اگر وہ رد کریں اور پلٹائیں رسولؐ اور ان میں سے اولوالامر کی طرف اور فرمایا ہے:

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا

بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ۔

اور فرمایا:

فاسألوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون [۱]

۳۔ اپنے بعض اصحاب کے لیے آپؑ کی ایک وصیت۔

یاد کرو اپنے گھر والوں سے اپنے بچھڑنے کو جب نہ کوئی طبیب تم کو روک سکے گا اور نہ کوئی دوست تم کو نفع پہنچا سکے گا۔[۲]

۴۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے۔

آپؑ کے اور متوکل عباسی کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے جواب میں آپؑ نے متوکل سے فرمایا:

اس سے صدق وصفا نہ طلب کر جس سے تو کدورت رکھتا ہے۔ نہ اس سے وفا کی امید رکھ جس سے تو نے دھوکہ اور غدر کیا ہے۔ اس سے نصیحت اور خلوص کی خواہش نہ کر جس سے تو برا گمان کرتا ہے۔ تیرے غیر کا دل بھی اس کے لیے تیرے ہی دل کے مانند ہے۔[۳]

۱۔ کشف الغمۃ ۲۹۵۔

۲۔ مآثر الکبر ا/۳۰۶/۲۲۲

۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۲۸۵

آپؑ کے بعض خطوط

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو لوگ اگر ان کے حال پر چھوڑ دیتے تو تاریخ آج ان کی کئی گنا ہدایات محفوظ رکھتی اس کی بہ نسبت جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا ان کی تعلیمات اور علوم سے بھر جاتی۔ مگر ان کے زمانے والوں نے ان کو قید کر کے، جلاوطن کر کے، معاشرے میں گوشہ نشینی پر مجبور کر کے اور آخر میں قتل کر کے دنیا والوں کو، پوری انسانیت کو ایک فیاض چشمے اور میٹھے گھاٹ سے محروم کر دیا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے تمام خطبے، وصیتیں اور اقوال سب کے سب دین اسلام کے دفاع، اس کی حمایت اور اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لیے اور کلمۂ اسلام کے اعلاء اور اس کی سربلندی کے لیے ہیں۔ یہی آپ سب حضراتؑ کا اول و آخر ہدف تھا۔

یہاں ہم امام ہادی علیہ السلام کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں:

۱۔ بغداد کے ایک شیعہ کے نام آپؑ کا خط:

بسم الله الرحمٰن الرحیم عصمنا الله و ایاكَ من الفتنة فان یفعل فقد تعظم بها نعمة، و ان لا یفعل فهی الهلكة نحن نری ان الجدال فی القراٰن بدعة اشترك فیها السائل والمجیب فتعاطی السائل ما لیس له، و تكلف المجیب ما لیس علیه، ولیس الخالق الا الله عز وجل وما سواه مخلوق، والقراٰن كلام الله لاتجعل له اسما من عندك فتكون من الضاٰلین جعلنا الله و ایاك من الذین یخشون ربهم وهم من الساعة مشفقون۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا ہم کو اور تم کو فتنہ سے محفوظ رکھے۔ اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرے تو پھر یہ ہلاکت ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن میں جدال اور جھگڑا بدعت ہے۔ جس میں سوال کرنے والا اور جواب دینے والا دونوں شریک ہیں۔ اس لیے کہ سائل نے وہ چیز لینی چاہی جو اس کی نہیں اور جواب دینے والے نے اس چیز میں تکلف سے کام لیا ہے جو اس پر لازم نہیں ہے۔

نہیں ہے خالق مگر اللہ عزوجل۔ اس کے ماسوا مخلوق ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اپنی طرف سے اس کا کوئی نام نہ رکھو ورنہ گمراہوں میں سے ہو جاؤگے۔

اللہ ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے قرار دے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔

۲۔ احمد بن اسحاق کے خط کے جواب میں آپؑ کا ایک خط اس خط میں اس نے رؤیت (خدا کو دیکھنے) اور لوگوں کا اس سلسلے میں جو نظریہ ہے اس کے بارے میں سوال کیا تھا

لا تجوز الرؤیة ما لم یکن بین الرائی والمرئی ہواء ینفذہ البصر، فاذا انقطع الھواء، وعدم الضیاء بین الرائی والمرئی لم تصح الرؤیة، وکان فی ذلک الاشتباہ لان الرائی متی ساوی المرئی من السبب الموجب بینھما فی الرؤیة وجب الاشتباہ، وکان من ذلک التشبیہ لان الاسباب لا بد من اتصالھا بالمسببات۔

لے الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۳۳

ترجمہ ا

کسی چیز کو اس وقت تک دیکھنا ممکن نہیں جب تک دیکھنے والے اور جس کو دیکھا جا رہا ہے ان کے درمیان ایسی فضا نہ ہو نگاہ جس کے پار ہو جائے۔

جب ہوا اور فضا منقطع ہو اور دیکھنے والے اور دیکھے جانے والی چیز کے درمیان روشنی نہ ہو تو رویت اور دیکھنا صحیح نہیں ہوتا۔ اس میں غلطی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دیکھنے والا اس سبب (MEDIUM) کی وجہ سے جو دونوں کے درمیان رویت کا ذریعہ ہے، دیکھی ہوئی چیز کے مساوی ہو تو اشتباہ اور غلطی ضروری ہے۔

اسی سے تشبیہ ہے۔ کیونکہ اسباب کے لیے مسببات سے متصل ہونا ضروری ہے۔

۳۔ توحید کے بارے میں کسی کے سوال کے جواب میں آپؑ کا ایک خط

ولم یزل اللہ موجود ا ثم کون ما اراد لا راد لقضائہ، ولا معقب لحکمہ، تاھت اوھام المتوھمین، وقصر طرف الطارفین، و تلاشت اوصاف الواصفین، واضمحلت اقاویل المبطلین، عن الدرك لعجیب شانہ، او الوقوع بالبلوغ علی علو مکانہ، فھو بالموضع الذی لا یتناھی، وبالمکان الذی لم یقع علیہ فیہ عیون باشارۃ ولا عبارۃ، ھیھات ھیھات۔

ترجمہ:

خدا ہمیشہ سے موجود ہے۔ اس کے بعد اس نے تکوین کی اور جس کو چاہا وجود دیا۔ اس کے فیصلے کو کوئی رد کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے حکم کو پس پشت ڈال سکتا ہے۔ وہم و گمان کرنے والوں کے اذہان سرگرداں ہیں۔ اور دیکھنے والوں کی نگاہیں۔ قاصر ہیں، وصف کرنے والوں کی توصیفیں پراگندہ اور

۱ے الاحتجاج ۲ / ۲۵۰

سرگرداں ہیں۔ اس کی عجیب شان کے ادراک اور اس کے بلند مقام کے شعور کی کوششوں میں باطل نظریہ رکھنے والوں کے اقوال نابود ہو جاتے ہیں۔ وہ اس مقام پر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور اس منزل پر ہے جہاں نہ آنکھیں اشارہ کر سکتی ہیں اور نہ کسی بھی عبارت اور اسلوب سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہیہات ہیہات بہت دور بہت دور کی بات ہے۔

آپؑ کے حکیمانہ اقوال

یہاں ہم امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے جاوداں کلمات، قیمتی توجیہات اور حکمت آمیز تعلیمات پیش کر رہے ہیں۔

اس سے مقصد ان عمدہ کلمات کو صرف کتاب میں محفوظ کرنا نہیں بلکہ ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان حکمتوں اور نصیحتوں سے بھرے ہر جملے پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور امام علیہ السلام کا جو مقصد ہے۔ اس کی پیروی کریں۔ اس طور ہم کو یقیناً خیر و بھلائی اور دائمی سعادت حاصل ہوگی۔

وہ کلمات یہ ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ظالم جو حلم رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے علم کی وجہ سے اس کا ظلم معاف کر دیا جائے۔ اور وہ حق پرست جو نادان ہے قریب ہے کہ اس کے حق کی روشنی اس کی بیوقوفی اور نادانی کی وجہ سے بجھ جائے۔

۲۔ آپؑ نے اس شخص سے جس نے اپنے بیٹے کی آپؑ کے سامنے مذمت کی تھی فرمایا: عقوق اور والدین کی نافرمانی موت ہے اس کی جسے (بظاہر) موت نہیں آئی (یا گم شدہ ہونا ہے اس کا جو (بظاہر) گم نہیں ہوا۔

۳۔ جس کا تو مالک ہے اس پر غضبناک ہونا قابل ملامت ہے۔

۴۔ ہشیاری کو آگے بڑھ کر بچنے سے کوتاہی کی حسرتوں کو یاد کر[1]

۵۔ جو اللہ سے ڈرے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے اس کی اطاعت

---

[1] البحار - ۱۷/۲۱۴-۲۱۶

کی جاتی ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے اس کو مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جو خالق کو ناراض کرے اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کو مخلوق کی ناراضگی سے دوچار ہونا ہے

۶۔ بے شک اللہ نے دنیا کو ابتلاء اور مصائب کا گھر قرار دیا ہے اور آخرت کو عقبیٰ اور اچھے انجام کا گھر۔ دنیا کی ابتلاء کو آخرت کے ثواب کا سبب بنا دیا ہے۔ آخرت کے ثواب کو دنیا کی ابتلاء کا عوض بنایا ہے۔

۷۔ لوگ دنیا میں اموال کے ساتھ اور آخرت میں اعمال کے ساتھ ہیں۔

۸۔ حسد حسنات اور نیکیوں کو مٹا ڈالتا ہے اور بغض و نفرت کو اپناتا ہے انسان کا اترانا اس کو طلب علم سے روک دیتا ہے اور پستی اور جہالت کی طرف لے جاتا ہے۔ بخل زیادہ قابل مذمت خلق ہے۔ طمع اور لالچ بری عادت ہے۔ مذاق اور تمسخر بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے۔ عقوق یعنی والدین کی نافرمانی اپنے پیچھے قلت اسباب لاتی ہے اور ذلت تک پہنچاتی ہے۔

۹۔ نیکی کرنے والا خیر و نیکی سے بہتر ہے۔ اچھی اور جمیل بات سے اس کا کہنے والا زیادہ جمیل و خوبصورت ہے۔ علم سے زیادہ ترجیح اہل علم کو ہے۔ برائی سے زیادہ برا اس کو اپنانے والا اور برائی لانے والا ہے۔ خوف اور گھبراہٹ سے زیادہ خوف ناک اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے والا ہے۔

۱۰۔ حسد کرنے سے بچو کیونکہ تم میں اس کا اثر واضح ہوتا ہے جب کہ تمہارے دشمن میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔[۱]

۱۱۔ بدترین مصیبت بد خلقی ہے۔

۱۲۔ دنیا ایک بازار ہے جس میں ایک قوم نفع کماتی ہے اور دوسری خسارے میں رہتی ہے۔

۱۳۔ صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لیے دو مصیبتیں

---

[۱] اعیان الشیعہ ج ۴/۳ ۲۸۳ تا ۲۸۵

ہیں۔

۱۴۔ حکمت اور دانائی فاسد اور بری طبیعتوں اور مزاجوں میں جمع نہیں ہو سکتی۔[1]

۱۵۔ جو شخص اپنی محبت و مودت اور رائے تیرے لیے جمع کر دے تو تو اس کے لیے اپنی اطاعت و فرمانبرداری جمع کر دے۔

۱۶۔ جس کا نفس اس کے نزدیک حقیر و ذلیل ہو اس کے شر و برائی سے نڈر نہ رہنا۔[2]

۱۷۔ جو خدا کے عذاب سے اور دردناک گرفت اور مواخذہ سے اپنے کو مامون سمجھتا ہے وہ متکبر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی قضا و قدر اور نافذ ہونے والا حکم اس پر جاری ہو جاتا ہے۔

جو اپنے رب پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس پر دنیا کے مصائب آسان ہو جاتے ہیں خواہ اس کو قینچیوں سے کاٹا جائے اور اس کو نشتر لگائے جائیں۔

۱۸۔ شکر کرنے والا شکر کی وجہ سے زیادہ سعادتمند ہے اس نعمت سے جس کی وجہ سے شکر واجب ہوا تھا کیونکہ نعمتیں تو فائدہ اٹھانے کی چیزیں ہیں مگر اس کو نعمتیں بھی ملیں اور اس کا انجام بھی اچھا ہوا۔[3]

۱۹۔ جھگڑنا پرانی دوستی میں رخنہ ڈال دیتا ہے۔ مضبوط گرہوں کو کھول دیتا ہے۔ اس میں جو چیز کم سے کم مضر ہے وہ ایک دوسرے پر غلبہ پانا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش دوستی کو درہم برہم کرنے کا سبب ہے۔

۲۰۔ برے لوگوں سے میل جول رکھنا میل جول رکھنے والے کی برائی کی دلیل ہے نعمتوں کا کفران اور ناشکری انترانے اور بہک جانے کی علامت ہے اور سبب ہے تغیر نعمت کا۔ ہٹ دھرمی سلامتی کو چھین لیتی ہے اور پشیمانی اور ندامت تک پہنچاتی ہے۔ غیبت کرنا بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے۔

---

[1] سیرۃ الامام العاشر ۵۲/۵۴

[2] المجالس السنیۃ ۵/۸۴۴

[3] تحف العقول ۱۱۷/۱۱۸

۲۱ ۔ جہالت اور بخل مذموم ترین اخلاق ہیں۔

۲۲ ۔ حسن صورت ظاہری جمال ہے اور حسن عقل باطنی جمال ہے۔

۲۳ ۔ غنیٰ اور تونگری تیرے ملک کے کم ہونے اور قدر کفایت پر تیرے راضی ہونے میں ہے۔ فقر و فاقہ نفس کا حریص ہونا ہے۔ ذلت و خواری چھوٹی سی چیز کے پیچھے جانا اور حقیر اور معمولی چیز میں سوچ بچار کرنا اور الجھے رہنا ہے۔

۲۴ ۔ تیز رفتار سواری پر سوار ہونے والا اپنے نفس کا قیدی ہے۔ جاہل اپنی زبان کا قیدی ہے[1]

۲۵ ۔ تقدیریں تجھ کو وہ کچھ دکھاتی ہیں جو تیرے دل میں نہیں اترتا۔

۲۶ ۔ جو شخص اپنے نفس پر راضی اور خوش ہے اس سے ناراض اور بغض رکھنے والے بہت سے ہیں[2]

---

[1] آثر الکبراء ۳/۲۲۲

[2] الانوار البھیۃ ۱۴۳

آپؑ کے بعض جوابات

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں ائمہ علیہم السلام کے معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ پانچویں صدی کے علماء میں سے شیخ حسین بن عبدالوہاب ہیں جنہوں نے عیون المعجزات نام کی کتاب لکھی ہے جس میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے بعض معجزات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سیّد ہاشم بحرانی نے اپنی مفصل کتاب "مدینۃ المعاجز" میں ایسے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔

ہم نے اپنے ان کتابچوں میں اختصار سے کام لیا ہے اس لیے ان کی تفصیل یہاں نہیں دی جا سکتی ہے۔ بہر صورت اگر ائمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گفتگو کرنے والے انصاف سے کام لیں تو ان کو تمام آثار میں معجزہ نظر آئے گا۔

محترم قارئین ان کے جوابات اور جو علوم و فنون اس ضمن میں درج ہیں اس بات کو ضرور محسوس کریں گے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ یہ جوابات ان حضراتؑ نے فوری طور پر فی البدیہہ دیئے۔

یہاں امام ابوالحسن ہادیؑ کے بعض جوابات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے کہ متوکل عباسی بیمار ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اگر اس بیماری سے صحتیاب ہو گیا تو "درہم کثیرہ" کا صدقہ دے گا۔ وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا فقہا سے نذر کے بارے میں سوال کیا۔ جب وہ کوئی مخصوص جواب نہ دے سکے تو اس نے حضرت علی نقیؑ کے پاس کسی کو بھیجا اور آپؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ تراسی ۸۳ دینار صدقہ دے۔

متوکل عباسی نے دریافت کیا کہ آپؑ یہ فتویٰ کس بنا پر دے رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالےٰ کے اس ارشاد سے:

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین

ہم نے تمہاری مدد مواطن کثیرہ (بہت سے مواقع) پر اور جنگ حنین کے دن کی۔

مواطن کثیرہ وہی جملہ ہے۔ نبی اکرمؐ نے ۲۷ غزوہ لڑے اور ۶۵ سرایا بھیجے آپؐ کا آخری غزوہ جنگ حنین ہے۔

متوکل عباسی کو اس جواب سے تعجب ہوا۔ آپؑ کی خدمت میں بہت سا مال بھیجا آپؑ نے فرمایا کہ یہ تراسی ۸۳ دینار واجب ہیں اس کے علاوہ جتنا چاہے صدقے میں دے۔[1]

۲۔ موسیٰ بن محمدؑ بن علیؑ رضا کہتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم سے میری ملاقات دار العامہ میں ہوئی تو اس نے کئی ایک مسائل مجھ سے پوچھے۔ وہ سن کر میں اپنے بھائی علیؑ ہادی بن محمدؑ تقی کے پاس آیا۔ میرے اور ان کے درمیان ایسی پند و نصائح سے بھری گفتگو ہوئی جس نے مجھے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف مائل کیا۔

میں نے ان سے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں ابن اکثم نے ایک تحریر کے ذریعے مجھ سے کئی مسائل کے بارے میں فتویٰ مانگا ہے۔

یہ سن کر آنجنابؑ ہنس پڑے اور پوچھا کہ کیا تم نے فتویٰ دے دیا۔

میں نے عرض کیا میں کچھ جانتا نہیں، میں کیا فتویٰ دیتا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا وہ مسائل کیا ہیں۔

میں نے عرض کیا وہ اللہ کے اس قول کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ۔

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك۔

جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ اس نے کہا کہ میں اسے تیرے پاس لے آؤں گا اس سے پیشتر کہ تیری آنکھ جھپکے۔

تو کیا اللہ کا نبی آصف کے علم کا محتاج تھا؟

---

[1] تذکرہ الخواص۔ ۳۰۳

خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا ہے کہ

ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدًا

اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا۔ وہ لوگ اس کے لیے سجدے میں گر پڑے۔ یعنی یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں نے یوسفؑ کے لیے سجدہ کیا حالانکہ وہ (یعقوبؑ و یوسفؑ) نبی تھے۔ پھر اس آیت کے متعلق سوال کیا ہے کہ

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسأل الذین یقرءون الکتاب

اگر تجھے اس چیز کے بارے میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے تو جو کتاب کو پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے۔

اس آیت کا مخاطب کون ہے؟ اگر مخاطب نبیؐ ہیں تو گویا آپؐ نے (معاذ اللہ) شک کیا۔ اگر مخاطب کوئی اور ہے تو وہ کون ہے۔ جس پر کتاب نازل ہوئی؟

خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ۔

اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی۔ اس کی سات سمندر مدد کریں پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یہ سمندر کیا ہیں اور کہاں ہیں؟

اور خدا کے اس قول کے بارے میں بھی کہ

وفیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین

اس میں جو کچھ نفس چاہتے ہیں وہ موجود ہے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے تو آدمؑ کے نفس نے چاہا گندم کھانا اور انہوں نے کھا لیا اور پھر۔

وفیہا ما تشتہی الانفس

کی اطاعت کی تو ان کو کس طرح سزا ملی۔

اور پھر خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ

او یزوجھم ذکرانا و اناثا

ان کی تزویج کرے گا مذکروں اور مونثوں سے۔

کیا خدا اپنے بندوں کی مذکروں سے تزویج کرے گا (معاذاللہ) حالانکہ اس نے اس قوم کو سزا دی جنہوں نے یہ کام کیا تھا۔

اور عورت کی شہادت کے بارے میں سوال کیا ہے جہاں ایک اکیلی عورت کی شہادت جائز ہے۔ جب کہ خداوند تعالے کہتا ہے کہ

واشھدوا ذوی عدل منکم

گواہی قبول کرو اپنے میں سے دو صاحبان عدل مردوں کی۔

اور خلنثیٰ کے بارے میں حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ وہ پیشاب کی جگہ سے پہچانا جائے۔

اس کو پیشاب کرتے وقت کون دیکھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عورت ہو جب کہ اس کو دیکھنے والے مرد ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مرد ہو جب کہ اس کی طرف دیکھنے والی عورتیں ہوں اور یہ جائز نہیں

پڑوسی کی شہادت کے بارے میں بھی سوال کیا ہے جو قابل قبول نہیں۔

اس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے جو کسی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں آیا اور دیکھا کہ چرواہا ان میں سے کسی بکری پر چڑھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر مالک پر پڑی تو اس کو چھوڑ دیا۔ وہ بکری ریوڑ میں گھس مل گئی۔ اس بکری کو کس طرح ذبح کیا جائے اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں

صبح کی نماز کے بارے میں سوال کیا ہے کہ اس میں جہر (بلند آواز سے پڑھنا) کیوں ہے۔ جب کہ وہ دن کی نماز ہے اور جہر رات کی نماز میں ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں بھی پوچھا ہے جو آپؑ نے ابن جرموز سے کہا تھا۔ کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی آگ کی بشارت دے۔ لیکن آپؑ نے اس کو قتل نہیں کیا حالانکہ آپؑ امام تھے۔

یحیٰی ابن اکثم نے پوچھا ہے کہ مجھے حضرت علیؑ کے اہل صفین کو قتل کرنے کے بارے میں بتاؤ کہ آپؑ نے یہ حکم دیا کہ چاہے وہ آگے بڑھ رہے ہوں یا پیچھے ہٹ رہے ہوں ان کو قتل کیا جائے۔

پھر زخمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

مگر جنگ جمل میں آپؑ کا حکم تھا کہ جو پشت پھیرے اس کو قتل نہ کیا جائے زخمی کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔ جو اپنا ہتھیار ڈال دے وہ بھی مامون ہے۔

ایسا آپ نے کیوں کیا۔ اگر پہلا حکم صحیح ہے تو دوسرا غلط ہوگا۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے لواطت کرنے کا اقرار کیا ہے۔ کیا اس پر حد جاری کی جائے گی یا اس سے حد اٹھ جائے گی؟

یہ سب سن کر آپ نے فرمایا اس کو لکھو۔

میں نے عرض کیا فرمائیے۔

فرمایا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا تجھے رشد و ہدایت کی توفیق دے۔ مجھے تیرا خط پہنچا جس میں تو نے ہمارا فریب اور مکر کے ذریعے امتحان لینا چاہا ہے کہ اگر ہم سے جواب میں کوتاہی ہو تو تو اپنے کو کامیاب سمجھے۔ خدا تجھے تیری نیت کا بدلہ دے گا۔

ہم نے تیرے مسائل کی تشریح کر دی ہے ان کو پوری توجہ سے سمجھنے کی کوشش کر کہ اس کے ذریعے تجھ پر حجت لازم ہو چکی ہے۔ والسلام

تو نے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ

قال الذی عندہ علم من الکتاب

اور اس نے کہا جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا۔

وہ آصف بن برخیا تھا حضرت سلیمانؑ اس چیز کی معرفت سے بے بہرہ نہیں جو کہ آصف جانتا تھا۔ دراصل حضرت سلیمانؑ چاہتے تھے کہ ان کی امت کے جن و انس پہچان لیں کہ ان کے بعد آصف حجت ہے۔

وہ بات حضرت سلیمانؑ کے علم کا ایک حصہ تھا جو انہوں نے حکم خدا سے آصف کو ودیعت کیا تھا۔ آصف نے اس کو سمجھ لیا تھا تا کہ اس کی امامت و ولایت و رہبری میں اختلاف نہ ہو جس

طرح حضرت سلیمانؑ نے حضرت داودؑ کی زندگی میں اس علم کو سمجھ لیا تھا تاکہ ان کے بعد حضرت سلیمانؑ کی نبوت و امامت پہچانی جائے۔ اور اس طرح مخلوق پر حجت کی تاکید ہو جائے۔

اب رہا حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا سجدہ کرنا وہ اللہ کی اطاعت اور حضرت یوسفؑ کی محبت میں تھا۔ جس طرح آدمؑ کے لیے ملائکہ کا سجدہ کرنا، آدمؑ کو سجدہ کرنا نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کی اطاعت اور ان کی طرف سے آدمؑ کی محبت کا اظہار تھا۔

چنانچہ حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا حضرت یوسفؑ کو سجدہ کرنا دراصل اللہ تعالےٰ کے شکر کے لیے تھا کہ اس نے ان سب کو یکجا کر دیا تھا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ اسی وقت خدا کے شکر میں کہتے ہیں:

رب قد آتیتنی من الملك وعلمتنی من تاویل الاحادیث ...... الخ

پروردگار تو نے مجھے ملک دیا اور مجھے خواب کی باتوں کی تاویل بھی سکھائی

خدا کا یہ قول کہ

فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فاسأل الذین یقرءون الکتاب۔

اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان سے سوال کر جو کتاب پڑھتے ہیں۔

اس آیت میں مخاطب رسولؐ اللہ ہیں مگر جو اللہ نے آپؐ کی طرف نازل کیا تھا اس میں آپؐ کو شک نہیں تھا بلکہ جاہلوں نے کہا تھا کہ خدا نے ملائکہ میں سے کیوں نبی مبعوث نہیں کیا۔ خدا نے اپنے نبی اور عام انسانوں میں فرق نہیں کیا کہ وہ کھانے پینے اور بازار میں چلنے پھرنے سے بالا ہوتا اور ان باتوں کی اس کو ضرورت نہ ہوتی۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کی طرف وحی کی۔

فاسأل الذین یقرءون الکتاب

ان جاہلوں کے سامنے سوال کرو ان لوگوں سے کہ جو کتاب پڑھتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے جو رسولؑ بھیجے وہ کھانا نہیں کھاتے تھے اور بازاروں میں نہیں چلتے پھرتے تھے، تمہارے لیے ان میں اسوہ اور نمونہ ہے۔ اور یہ جو اس نے کہا ہے کہ

فان کنت فی شک

تو آپؐ کو شک نہیں تھا مگر انصاف کرتے ہوئے کہا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

تعالوا ندع ابناءنا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین

آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو۔ اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔ پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔

وہ مباہلہ قبول ہی نہ کرتے حالانکہ خداوند عالم کو علم تھا کہ اس کا نبیؐ اس کے پیغامات کو پہنچاتا ہے۔ اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں۔ اسی طرح نبیؐ بھی جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس میں وہ سچے ہیں۔ مگر اللہ نے پسند کیا کہ اپنی طرف سے انصاف سے کام لے۔

اب رہا خدا کا یہ قول کہ۔

ولوان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ

اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی اور اس کے علاوہ سات سمندر مدد دیں پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یعنی ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر کو ایسے سات سمندر مدد دیں اور زمین کے چشمے پھوٹ پڑیں تو وہ ختم ہو جائیں گے اس سے پہلے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔
وہ چشمے یہ ہیں: کبریت کا چشمہ، یمن کا چشمہ برہوت کا چشمہ، طبریہ کا چشمہ، گرم پانی کا چشمہ ماسبذان، اور افریقہ کا گرم پانی کا چشمہ بلسان۔ اور بحرون کا چشمہ۔

ہم وہ اللہ کے کلمات ہیں جو ختم نہیں ہوتے اور نہ ہمارے فضائل کا ادراک ہو سکتا ہے
اب رہی جنت تو اس میں ایسے کھانے پینے اور دوسرے مشاغل ہوں گے جن کو نفوس چاہیں گے اور آنکھیں ان سے لذت حاصل کریں گی۔ یہ سب اللہ نے آدمؑ کے لیے مباح قرار دیئے تھے۔ وہ درخت جس سے اللہ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو اس سے کھانے سے منع کیا تھا وہ حسد (رشک) کا درخت تھا۔ ان سے عہد لیا تھا کہ وہ دونوں ان کی طرف جن کو خدا

اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے حسد و رشک کی نظر سے نہ دیکھیں۔ انہوں نے اس عہد کو چھوڑ دیا اور رشک کی نگاہ سے دیکھا۔ مگر خدائے تعالےٰ نے اس میں عزم و ارادہ نہیں پایا تھا۔

اب رہ گیا خداوند عالم کا یہ قول

او یزوجهم ذکرانا و اناثا

یعنی ان کی مذکر اور مونث اولاد پیدا ہوگی اور ہر دو افراد کو جو ایک دوسرے کے قرین اور ساتھی زوجین کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک زوج ہے۔

معاذ اللہ کہ خداوند جلیل کی مراد وہ ہے جس کی طرف تو نے (مکرے) اشارہ کیا ہے۔ (حقیقت کو چھپاتے ہوئے جس کو ظاہر کیا ہے) جس کے ذریعے تو گناہوں کے ارتکاب کی رخصت چاہتا ہے۔

و من یفعل ذٰلك یلق اثاما یضاعف له العذاب یوم القیمة و یخلد فیها مهانا

اور جو ایسا کرے وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا قیامت کے دن اس کا کئی گنا عذاب ہوگا۔ وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ اس میں رہے گا۔

اگر وہ توبہ نہ کرے۔[۱]

وہ عورت جس کی اکیلی گواہی قابل قبول ہے وہ دایہ ہے کہ جس کی شہادت جائز ہے اگر وہ پسندیدہ اور اچھی عورت ہو۔ ورنہ کم از کم دو عورتیں ہوں۔ دو عورتیں ضرورت کے تحت ایک مرد کے بدلے میں ہیں کیونکہ مرد کے لیے ممکن نہیں کہ وہ عورتوں کا قائم مقام ہو۔ اگر ایک ہی عورت ہو اس کی قسم کے ساتھ تو اس کا قول قابل قبول ہے۔

اور اب خنثیٰ کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا قول تو وہ ویسا ہی ہے۔ جیسا آپؑ نے فرمایا۔

---

[۱] تاریخ میں مشہور ہے کہ یحییٰ بن اکثم اس فعل قبیح کا رسیا تھا۔ شاید حضرتؑ نے اس طرف اشارہ کیا ہو۔ مترجم۔

عادل افراد ہاتھ میں آئینہ لے کر دیکھیں گے جب کہ خنثیٰ ان کے پیچھے ننگا کھڑا ہوگا۔ اور وہ آئینوں میں دیکھیں گے اور ہیولا دیکھ کر اس پر حکم لگائیں گے۔

وہ شخص جو چرواہے کو کسی بکری پر چڑھا ہوا دیکھے۔ اگر وہ اس بکری کو پہچان لے تو اس کو ذبح کر کے جلا دے۔

اگر نہ پہچانے تو بکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے درمیان قرعہ ڈالے۔ جب قرعہ ایک حصے پر پڑے تو دوسرا حصہ بچ جائے گا تو دوبارہ اس کو تقسیم کرے اور قرعہ ڈالے اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ دو بکریاں باقی رہ جائیں۔ ان میں بھی قرعہ ڈالے۔ جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ اس طرح باقی بکریاں بچ جائیں گی۔

اب رہا کہ صبح کی نماز بالجہر (بہ آواز بلند) اس لیے کہ نبیؐ اکرم نماز فجر رات کے آخری حصے کی تاریکی میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ اس کی قرأت رات سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ کا یہ قول کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے تو وہ رسولؐ اللہ کے ارشاد کے مطابق ہے کیونکہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نہروان کی جنگ میں خروج کیا تھا۔ امیر المومنینؑ نے اس کو قتل اس لیے نہیں کیا کہ آپؑ جانتے تھے کہ وہ نہروان کے فتنے میں قتل ہوگا۔

تمہارا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ نے اہل صفین کو آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دونوں صورتوں میں قتل کیا اور ان کے زخمی کے قتل کو بھی جائز قرار دیا۔ جب کہ جنگ جمل میں بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا اور زخمی کا قتل جائز قرار نہیں دیا۔ جس نے ہتھیار پھینک دیا اس کو امان دے دی اور جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل جمل کا امام و رئیس قتل ہو گیا تھا اور ان کا کوئی گروہ اور جتھا باقی نہیں رہا تھا کہ جس کے پاس وہ پلٹ کر تازہ دم ہونے کے لیے جاتے۔ بلکہ لوگ اپنے گھروں کی طرف پناہ لینے بھاگے۔ وہ نہ اب جنگ کر رہے تھے اور نہ مخالفت کر رہے تھے۔ نہ ہی اعلان جنگ کر رہے تھے۔ جنگ روک دی جائے وہ اس پر راضی تھے۔

اسی لیے آپؐ کا حکم یہ تھا کہ ان سے تلوار اٹھالی جائے اور ان کو اذیت نہ پہنچائی جائے

انہوں نے آپؑ کے خلاف اپنے انصار اور مددگار کو نہیں بلایا تھا۔

اس کے برعکس اہل صفین ایک مستعد اور تیار دستے کی طرف بھاگ کر پہنچتے تھے۔ اپنے قائد کے پاس جاتے تھے جو ان کو ہتھیار، زرہ، نیزے اور تلواریں دوبارہ مہیا کرتا تھا۔ ان کے انعام واکرام میں اضافہ کرتا تھا۔ ان کی پذیرائی کرتا ان کے زخمیوں اور بیماروں کی عیادت کرتا زخمیوں کی مرہم پٹی اور ہڈی کو جوڑنے کا بندوبست کرتا۔ پاپیادہ کو سواری دیتا۔ جس کا لباس بوسیدہ ہو چکا ہوتا اس کو لباس دیتا۔ اور اس طرح تازہ دم ہو کر وہ دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹتے چنانچہ آپؑ نے ان دو گروہوں کے لیے ایک ہی حکم نہیں دیا (اگر امیر المومنینؑ کا صفین اور جمل میں حکم نہ ہوتا۔ المناقب کے نسخے میں یہ عبارت ہے) تو اہل توحید سے جنگ کی صورت میں حکم معلوم نہ ہو سکتا۔ مگر آپؑ نے ان کے لیے اس کی تشریح کر دی۔

جو اعراض کرے اس نے اپنے آپؑ کو تلوار پر پیش کیا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کرے۔

اب رہ گیا وہ شخص جس نے لواطت کا اعتراف کیا ہے۔ اس پر کوئی گواہ قائم نہیں ہوئے بلکہ اس نے اپنی خواہش سے خود اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے جو امام ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے سزا دے۔ یہ بھی اسے حق ہے کہ اللہ کی طرف سے اس پر احسان کرے۔ کیا تو نے اللہ کا قول نہیں سنا:

هذا عطاؤنا ...... الآية

یہ ہماری عطا ہے۔

ہم نے تجھے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں۔ پس اسے جان لے۔[1]

۳۔ عباس بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن علیؑ بن محمدؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔

الله نور السموات والارض

---

[1] تحف العقول ۴۱۷۔

تو آپؑ نے فرمایا یعنی ان کی ہدایت اور رہبری کرنے والا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں [۱]

۴۔ متوکل عباسی کے دربار میں علماء اور فقہاء میں ذکر آیا کہ (حج کرنے کے بعد۔ مترجم) حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا تو کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

متوکل نے کہا کہ کسی کو علیؑ بن محمدؑ بن علی رضاؑ کے پاس بھیجو اور ان کو بلاؤ۔

آپؑ تشریف لائے تو آپؑ کے سامنے وہ سوال پیش کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اپنے جد سے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت لے کر نازل ہوں۔ وہ اس کو لے کر نازل ہوئے اور اس کو حضرت آدمؑ کے سر پر پھیرا تو ان کے بال اتر گئے۔ جہاں جہاں تک اس کا نور اور چمک دمک پہنچی وہ جگہ حرم ہو گئی۔ [۲]

۵۔ علی بن ابراہیم طائفی کہتا ہے کہ متوکل عباسی کے ایک مرتبہ حلق پر پھوڑا نکل آیا جس کی تکلیف سے وہ قریب المرگ ہو گیا۔ کوئی طبیب اس کی جرأت نہیں کرتا تھا کہ خلیفہ کے حلق پر نشتر لگائے۔

متوکل کی ماں نے ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے لیے نذر مانی کہ اگر اس کا بیٹا اس بیماری سے شفا پا گیا تو وہ آپؑ کی خدمت میں بہت سا اپنا مال پیش کرے گی۔

ساتھ ہی ساتھ فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ اگر آپ ابوالحسنؑ کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے پوچھیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس تکلیف کے رفع ہونے کا کوئی علاج بتا دیں متوکل راضی ہو گیا۔ چنانچہ اس کا قاصد آپؑ کے پاس گیا اور تفصیل بیان کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ بکری کی مینگنیاں لے کر عرق گلاب میں بھگو دیں اور پھر اس کو زخم پر لگا دیں اسی رات پھوڑا با آسانی پھوٹ جائے گا۔ اسی سے شفا ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

---

[۱] الاحتجاج ۲ / ۲۵۱

فاصد واپس آیا اور علاج بتایا تو متوکل کے درباریوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔ اس پر فتح نے کہا کہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ میں اس کے ذریعے اچھا ہونے کی امید رکھتا ہوں۔

چنانچہ وہ دوا بنائی گئی۔ اور پھوڑے پر لگا دی گئی۔ اسی رات وہ پھوڑا پھوٹ گیا اور سارا پیپ اور مواد بہہ گیا۔ اور متوکل نے اس شدید درد اور تکلیف سے چھٹکارا پایا۔[1]

۶۔ آپؑ سے علی بن جعفر نے سوال کیا کہ ہم میں سے دین سے زیادہ شدید محبت کرنے والا کون ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے صاحب (امام) سے زیادہ شدت سے محبت کرتا ہے۔[2]

۷۔ متوکل کے سامنے ایک عیسائی لایا گیا جس نے ایک مسلمان عورت سے بدکاری کی تھی جب اس نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے تو وہ عیسائی مسلمان ہو گیا۔

یہ دیکھ کر یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اسلام اور ایمان اپنے سے پہلے کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے بعض دوسروں نے کہا کہ اس شخص پر تین حدیں لگائی جائیں۔

متوکل عباسی نے علیؑ بن محمدؑ نقی علیہ السلام کو خط لکھ کر اس بارے میں دریافت کیا۔ آپؑ نے جواب میں لکھا کہ اس کو اتنا مارا پیٹا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

فقہاء نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تو متوکل نے آپؑ کو دوبارہ لکھا کہ اس فتویٰ کی علت اور سبب بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم فلما رأوا بأسنا قالوا اٰمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین

جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہا کہ اللہ وحدہ پر ہم ایمان لائے اس سے کفر و انکار کرتے ہیں کہ جس کو اس کا ہم شریک کرتے تھے۔

---

[1] الفصول المہمہ ۲۶۶

[2] البحار ۱۲/ ۱۳۵

(یہ پڑھ کر) متوکل نے یہی حکم دیا۔ اس کو اتنا پیٹا گیا کہ وہ مر گیا۔ [1]

۸۔ متوکل عباسی نے ابن جہم سے سب سے بڑے شاعر کے بارے میں پوچھا تو اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام کے زمانے کے شاعروں کا ذکر کیا۔

یہی سوال جب ابوالحسنؑ سے کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا حمانی۔ جب اس نے یہ شعر کہے

لقد فاخرتنا من قریش عصابۃ

بمد خدود و امتداد اصابع

فلما تنازعنا المقال قضی لنا

علیهم بما نهوی نداء الصوامع

ترانا سکوتا و الشهید بفضلنا

علیهم جهیر الصوت فی کل جامع

فان رسول الله احمد جدنا

و نحن بنوه کالنجوم الطوالع

ترجمہ:

ہم سے قریش کے ایک گروہ نے رخساروں اور انگلیوں کے بڑے ہونے پر فخر و مباہات کی جب وہ گفتگو میں جھگڑنے لگے تو جس طرح ہم چاہتے تھے ہمارے حق میں عبادت گھروں کی ندا (نداء الصوامع) نے فیصلہ دیا تو ہم کو خاموش دیکھتا ہے مگر ہمارے فضل کی گواہی دینے والا ہر (مسجد) جامع میں بلند آواز ہے۔

بے شک اللہ کے رسول احمدؐ ہمارے جد امجد ہیں۔

ہم طلوع کرنے والے ستاروں کے مانند ان کے بیٹے ہیں۔

متوکل نے پوچھا! نداء الصوامع، کیا ہے یا ابوالحسنؑ؟

آپؑ نے فرمایا:

---

[1] البحار ۱۲/ ۱۳۹

اشهدان لا الٰہ الا اللّٰہ وَ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ

وہ میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں؟

متوکل ہنس دیا اور کہنے لگا کہ وہ آپؑ ہی کے جد ہیں۔ ہم آپؑ کو ان سے دور نہیں کرتے[1]

۹۔ شاہ روم نے خلیفہ بنی عباس کو خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ انجیل میں ذکر ہے کہ جو شخص وہ سورہ پڑھے جو ان سات حروف سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام کردے گا۔ وہ حروف یہ ہیں؛

ث ، ج ، خ ، ز ، ش ، ظ اور ف

ایسی سورہ ہم نے تورات میں تلاش کی تو نہیں ملی۔ زبور میں تلاش کی تو اس میں بھی نہیں پایا۔ کیا تم لوگ اپنی کتاب میں ایسی سورہ رکھتے ہو؟

خلیفہ نے علماء کے سامنے یہ بات رکھی مگر وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔

امام علی نقیؑ نے سنا تو فرمایا یہ سورہ الحمد ہے جو ان سات حروف سے خالی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا کہ ث سے ثبور (یعنی ہلاک) ہونے سے۔ ج سے جحیم ، خ۔ خیبۃ (نا امیدی) سے ، ز ، زقوم (تھور) سے ، ش ، شقاوت سے ، ظ۔ ظلمت سے اور ف ، فرقہ (جدائی) یا کہا گیا کہ آفت سے ہے۔

جب یہ جواب قیصر روم کو پہنچا اور اس نے پڑھا تو اس سے بہت زیادہ خوش ہوا۔ اور اسی وقت (باطنی طور پر) مسلمان ہوگیا اور اسلام پر اس کی موت ہوئی۔[2]

۱۰۔ متوکل عباسی نے ایک دن اپنے عیسائی منشی کو ابو نوح کہہ کر پکارا تو لوگوں نے اہل کتاب کو کنیت سے پکارنے پر اعتراض کیا۔ اس لیے کہ اس کا رواج نہیں تھا۔ علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

متوکل نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں یہ سوال لکھ بھیجا تو آپ نے اس پر تحریر فرمایا ؛

---

[1] المناقب ۲/۴۴۶

[2] الدمعۃ الساکبۃ ۔ ۳/۱۴۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم - تبت یدا ابی لھب۔

متوکل سمجھ گیا کہ یہ جائز ہے اس لیے کہ خدا نے کافر کی کنیت بیان کی ہے۔[1]

۱۱ ۔ احمد بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن اخیر (امام علی نقیؑ) سے توبۃ النصوح کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے۔ آپؑ نے لکھا کہ باطن ظاہر کی طرح ہو اور اس سے افضل و برتر ہو۔[2]

۱۲ ۔ سہل بن زیاد کہتا ہے کہ آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے بعض اصحاب نے درخواست کی کہ آپ ایسی دعا تعلیم فرمائیں جو دنیا و آخرت کی جامع ہو۔

آپؑ نے تحریر فرمایا: استغفار اور حمد زیادہ کیا کرو۔ اس سے تم ہر قسم کی خیر کا ادراک کر سکو گے۔[3]

---

[1] مآثر الکبراء ۳/ ۱۰۲

[2] مآثر الکبراء ۳/ ۱۸۵

[3] مآثر الکبراء ۳/ ۱۷۳

آپؑ کی بعض دُعائیں

آئمہ اطہار علیہم السلام کی دعائیں گویا ایک وسیع وعریض دائرۃ المعارف ہیں[1] جو توحید وعدل بیان کرتی ہیں اور خدا جل اسمہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں ان ساری چیزوں سے جو ظالم اور منحرف لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ دعائیں منشائے الہٰی اور اس کی مغفرت کی طرف ترغیب دلاتی ہیں اور اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔ یہ اس کی نعمتوں اور اس کے احسان کے شکر ادا کرنے کے سلسلے میں نفیس ترین کلام سے بھری ہوئی ہیں یہ دعائیں اس لب ولہجہ کی تعلیم وتربیت بھی ہے جس میں بندہ اپنے مولا سے مخاطب ہو۔ یہ مولا کریم سبحانہ وتعالیٰ سے توسل کی کیفیت ہیں۔

یہاں امام ابوالحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی بعض دعائیں درج کی جارہی ہیں!

۱۔ آپ کی ایک دُعا ہے جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ دعا ہے جس کو میں زیادہ تر حاجات میں پڑھتا ہوں تو وہ پوری ہو جاتی ہیں[2]۔

میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا ہے کہ میرے بعد میری قبر کے پاس جو بھی شخص یہ دُعا پڑھے اس کی دعا قبول ہو۔

یا عدتی عند العدد، ویا رجائی والمعتمد، ویا کھفی والسند، ویا واحد یا احد، یا قل ھو اللہ احد، اسئلک اللھم بحق من خلقتہ من خلقک، ولم تجعل فی خلقک مثلھم احداً،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا

[2] عدۃ الداعی ۴۲

ان تصلی علیھم ، و ان تفعل بی کذا و کذا ۔

ترجمہ :

دردوں اور تکلیفوں کے وقتوں کے لیے اے میری تیاری ۔ اے میری امید اے وہ جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ۔ اے میری پناہ گاہ اور سہارا ۔ اے ایک ۔ اے اکیلا ۔ اے قل ھو اللہ احد میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ۔ اے اللہ اس کے حق کا جس کو تو نے خلق کیا ہے اپنی مخلوق میں سے ۔ اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو ان کا مثل قرار نہیں دیا ، کہ ان پر صلوات اور رحمت نازل فرما اور مجھ سے ایسا ایسا سلوک کر (یہاں اپنی حاجات طلب کرے)

۲ ۔ آپؑ یہ دعا اپنی رات کی مناجات میں پڑھتے تھے ۔

الھی مسیٔ قد ورد ، و فقیر قد قصد ، و لا تخیب مسعاہ ، وارحمہ واغفر خطأہ ۔

میرے معبود ۔ برائی کرنے والا تیری بارگاہ میں داخل ہوا ہے ۔ فقیر و محتاج نے قصد و ارادہ کیا ہے ۔ اس کی سعی اور کوشش کو نا امید نہ کرنا ۔ اس پر رحم فرما اور اس کی خطا کو بخش دے ۔[1]

۳ ۔ آپؑ کی دعائے قنوت ہے ۔

اللھم مناھل کرامتک بجزیل عطیاتک مترعۃ ، و ابواب مناجاتک لمن امّلک مشرعۃ ، وعطوف لحظاتک لمن ضرع الیک غیر منقطعۃ ، وقد الجم الحذار ، واشتد الاصرار ، و عجز عن الاصطبار اھل الانتظار ، و انت اللھم بالمرصد من المکار ، وغیر مھمل مع الامھال ، واللائذ بک آمن ، و الراغب الیک غانم ، والقاصد اللھم لبابک سالم ۔

---

[1] سیرۃ الامام العاشر علی الہادی ۔ ۳۱

اللّٰھم فعاجل من قد استن فی طغیانہ ، واستمر علی جھالتہ لعقباہ فی کفرانہ ، واطعمہ حلمك عنہ فی نیل ارادتہ ، وھو یتسرع الیٰ اولئك بمکارھۃ ، وبراصدھم بقبیح مراصدہ ، ویقصدھم فی مظانھم باذیتہ۔

اللّٰھم اکشف العذاب عن المؤمنین ، وابعثہ جھرۃ علی الظّٰلمین۔

اللّٰھم اکفف العذاب عن المستجیرین ، واصبہ علی المغترین۔

اللّٰھم بادر عصبۃ الحق بالعون ، وبادر اعوان الظلم بالقصم۔

اللّٰھم اسعدنا بالشکر ، وامنحنا النصر ، واعصمنا من سوء المبدأ والعاقبۃ والختر۔[1]

ترجمہ :-

خدایا تیری کرامت وبزرگی کے چشمے تیرے جزیل اور فراوان عطیات سے بھرے ہیں۔ تجھ سے امید رکھنے والے کے لیے تیری مناجات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ تیری مہربان نگاہیں۔ اس سے منقطع نہیں جو تیری بارگاہ میں تضرع وزاری کرے۔

بچو، بچو کی آواز نے روگ دیا ہے۔ اصرار شدید ہے انتظار کرنے والے صبر کرتے کرتے عاجز ہو چکے ہیں۔

اے اللہ تو بار بار گناہ کرنے والے کی گھات میں ہے۔ مہلت دینے کے باوجود مہمل چھوڑنے والا نہیں۔

جو تجھ سے پناہ مانگے وہ امن میں ہے۔ تیری طرف مائل ہونے والا فائدہ

---

[1] البلد الامین ۵۶۲

اٹھاتا ہے۔ اے اللہ تیرے دروازے کی طرف قصد کرنے والا صحیح و سالم رہتا ہے۔

خدایا خدایا جلد عذاب کر اس کو جو اپنی سرکشی اور طغیانی میں بڑھا ہوا ہے اور جو اپنی جہالت پر برقرار ہے۔

اس کا انجام اس کے کفران میں ہے۔ تیرے علم اور بردباری نے اس کو طمع اور لالچ دلادی ہے کہ اپنا مقصد اور مراد پالے۔

وہ ان مقصد و مراد کی طرف اپنے ناپسندیدہ افعال کے ساتھ جلدی کرتا ہے اپنی بری کمین گاہوں سے ان کی نگرانی کرتا ہے۔ جہاں کہیں ان کے ملنے کا گمان ہوتا ہے۔

وہاں ان کا قصد اور ارادہ کرتا ہے اپنی اذیت اور سختی کے ساتھ۔

خدایا مومنین سے عذاب کو دور کر دے اور اس کو علی الاعلان ظالموں پر بھیج۔

خدایا پناہ مانگنے والوں سے عذاب کو روک دے۔ اور اس کو غفلت میں رہنے والوں پر انڈیل دے۔

حق کی جماعت کی جلد مدد فرما۔ ظلم کے اعوان و انصار کی جلد کمر توڑ دے۔

خدایا شکر کرنے سے ہم کو سعادتمند بنا دے اور ہم کو فتح و نصرت عطا فرما۔ ہم کو بری ابتدا، برے انجام اور سستی سے محفوظ رکھ۔

۴۔ آپؑ کی ایک دعا:۔

الھی تاھت اوھام المتوھمین، و قصر طرف الطارفین، وتلاشت اوصاف الواصفین واضمحلت اقاویل المبطلین عن الدرك لعجیب شأنك، والوقوع بالبلوغ الی علوك، فانت فی المكان الذی لا تتناھی، ولم یقع علیك عیون باشارة ولا عبارة، ھیھات ثم ھیھات، یا اولی، یا وحدانی یا فردانی شمخت فی العلو بعز وارتفعت من وراء كل غورة

و نہایۃ بجبروت الفخر.[1]

ترجمہ :-

خدایا وہم کرنے والوں کے اذہان سرگردان ہیں۔ دیکھنے والوں کی نگاہیں کوتاہ ہیں۔ وصف کرنے والوں کے اوصاف پراگندہ ہیں۔

اہل باطل کے اقوال تیری عجیب شان کے ادراک اور تیری بلندی تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

تو اس مقام و منزلت پر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں آنکھیں اشارے اور عبارت کے ذریعے تجھے دیکھ نہیں سکتیں تو دور بہت دور ہے۔

اے وہ جو ہر لحاظ سے اول، اکیلا اور منفرد ہے۔

اپنی عزت و غلبے کی وجہ سے بلندی میں بلند ہے اور قابل فخر جبروت کی وجہ سے ہر گہرائی اور انتہا کے بعد ارفع اور بلند ہے۔

۵ - تسبیح کے وقت کی آپؑ کی دعا:-

سبحان من ھو دائم لا یسھو، سبحان من ھو قائم لا یلھو، سبحان من ھو غنی لا یفتقر، سبحان اللہ و بحمدہ۔[2]

منزّہ ہے وہ جو دائم ہے۔ جس کو سہو اور نسیان نہیں ہوتا۔ منزّہ ہے وہ جو قائم ہے۔ اور غافل اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوتا۔

منزّہ ہے وہ جو غنی اور تونگر ہے۔ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا منزّہ ہے۔ خدا اور اس کی حمد و ثنا ہے۔

۶ - آپؑ کی ایک دعا:

یا من تحل باسمہ عقد المکارہ، و یا من یفل بذکرہ

---

[1] مآثر الکبراء فی تاریخ سامراء - ۳ / ۲۸۶

[2] مآثر الکبراء فی تاریخ سامراء ۳ / ۲۸۶

حد الشدائد، ويا من يدعى باسمائه العظام من ضيق المخرج الى محل الفرج، ذلت لقدرتك الصعاب، وتسببت بلطفك الاسباب وجرى بطاعتك القضاء، ومضت على ذلك الاشياء، فهى بمشيتك دون قولك مؤتمرة، وبارادتك دون وحيك منزجرة، وانت المرجو للمهمات وانت المفزع للملمات، لايندفع منها الا ما دفعت، ولا ينكشف منها الا ما كشفت، وقد نزل بى من الامر ما فدحنى ثقله، وحل بى ما بهضنى حمله، وبقدرتك اوردت على ذلك، و بسلطانك وجهته الى، فلامصدر لما اوردت، ولاميسر لما عسرت، ولاصارف لما وجهت، ولا فاتح لما اغلقت ولامغلق لما فتحت، ولا ناصر لما خذلت.

اللّهم صل على محمد وآل محمد وافتح لى باب الفرج بطولك، واصرف عنى سلطان الهم بحولك، وانلنى حسن النظر فيما شكوت، وارزقنى حلاوة الصنع فيما سألتك، وهب لى من لدنك فرجا وحيا، واجعل من عندك مخرجا هنيا، ولا تشغلنى بالاهتمام عن تعاهد فرايضك، و استعمال سنتك، فقد ضقت بما نزل بى ذرعا، وامتلأت بحمل ما حدث على جزعا. وانت القادر على كشف ما بليت به، ودفع ما وقعت فيه، فافعل بى ذلك وان كنت غير مستوجبه منك، ياذا العرش العظيم، وذا المن الكريم، فانت قادر يا ارحم الراحمين، امين يارب العالمين [1]

---

[1] آثار الكبرا۔ ۳/ ۲۹۰

ترجمہ :۔

اے وہ جس کے نام کے صدقے میں ناپسندیدہ امور کی گرہیں کھل جاتی ہیں اے وہ جس کے ذکر سے شدائد کی تیز دھار کند ہو جاتی ہے۔ اے وہ جس کو پکارا جاتا ہے۔ عظیم ناموں کے ساتھ تنگی سے محل کشائش کی طرف نکلنے کے لیے۔ سخت چیزیں تیری قدرت کے سامنے جھک جاتی ہیں۔ اور اسباب تیرے لطف و کرم سے بن جاتے ہیں، قضا تیری اطاعت سے جاری ہوتی ہے۔ اسی پر اشیاء چل رہی ہیں تیری مشیئت ہی سے نہ کہ تیرے کہنے سے یہ اوامر کی اطاعت کرتی ہیں۔

تیرے ارادے سے نہ کہ تیری وحی اور القاء سے رکتی ہیں۔ اہم امور میں تجھ سے ہی امید رکھی جاتی ہے۔ تو ہی پناہ ہے مصائب و شدائد میں۔ جب تک تو دفع نہ کر دے ان میں سے کوئی چیز خود بخود دفع نہیں ہوتی۔ اور کوئی چیز دور نہیں ہوتی جب تک تو اسے دور نہ کر دے۔ مجھ پہ ایسا نازل ہوا ہے جس کو نقل کرنے نے مجھے گرانبار بنا دیا ہے۔ مجھ پر وہ اترا ہے جس کے اٹھانے نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے۔ تو نے مجھ پر اس کو اپنی قدرت سے وارد کیا ہے۔ اپنے غلبے کی بنا پر اس کو میری طرف متوجہ کیا ہے۔ اس کو کوئی صادر نہیں کر سکتا جس کو تو وارد کر دے۔ اس کو کوئی آسان نہیں کر سکتا جس کو تو مشکل بنا دے اس کو کوئی پھیر نہیں سکتا جس کو تو متوجہ کر دے۔ نہ اس کو کوئی کھول سکتا ہے جس کو تو بند کر دے۔ نہ اس کو کوئی بند کر سکتا ہے۔ جس کو تو کھول دے۔ نہ اس کی کوئی مدد کر سکتا ہے جس کو تو چھوڑ دے۔

خدایا محمد و آل محمد پر صلوات و درود نازل فرما اور اپنی بخشش سے کشائش کا دروازہ میرے لیے کھول دے۔ اپنی قوت سے مجھ سے ہم و غم کا تسلط دوسری طرف موڑ دے۔ مجھے اچھی نظر عطا فرما اس میں جس کی میں نے شکایت کی ہے اور مجھے احسان کی شیرینی عطا فرما اس چیز میں جس کا میں نے سوال کیا ہے۔ اپنی طرف سے

مجھے جلد کشائش بخش دے۔ اپنے یہاں سے خوشگوار راستہ (نکلنے کا) قرار دے۔ تیرے فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں اہتمام کرنے اور تیری سنت پر عمل کرنے میں مجھے کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہونے دے۔ کیونکہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس کی تنگی سے میرا گلا گھٹنے لگا ہے۔ جو حادثہ مجھ پر پڑا ہے اس کے اٹھانے سے میں گھبرا اٹھا ہوں۔ تو اس چیز کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے جس میں مبتلا ہوں اور تو اس کے دفع کرنے (کی قدرت رکھتا ہے) جس میں آج میں گھبرا ہوا ہوں۔ اگرچہ میں اس کا مستحق نہیں لیکن یہ کام میرے لیے ہو جائے اے عظیم عرش کے مالک۔ اے کریم صاحبِ احسان۔ تو قدرت رکھتا ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ میری دعا قبول فرما اے عالمین کے پروردگار۔

آپؑ کی دعا کی قبولیت

جن لوگوں نے حضرت امام ابوالحسنؑ ہادی کی زندگی کے حالات لکھے ہیں۔ انہوں نے اکثر ان موقعوں کا ذکر کیا ہے۔ جب آپ نے اپنے شیعوں کے لیے دعا کی یا آپؑ پر جنہوں نے ظلم کیے ان کے لیے بددعا کی اور وہ قبول ہوئیں۔

آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی تعجب بھی نہیں۔ آپ تو اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ ہیں اور اس کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور رسول اکرمؐ کے وارث ہیں۔

یہاں ہم آپؑ کی بعض دعاؤں اور ان کی قبولیت کے واقعات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام ہادیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے میرے آقا اور سردار اس شخص (متوکل عباسی) نے مجھ سے بے اعتنائی برتنی شروع کر دی ہے اور میری روزی منقطع کر دی ہے۔ میں بہت پریشان حال ہو گیا ہوں۔ جب کہ اس سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں اور نہ اس نے مجھ پر کوئی الزام لگایا ہے۔ بجز اس کے کہ میں آپؑ سے تمسک رکھتا ہوں۔

اگر آپؑ اس (متوکل) سے کچھ کہیں گے (میری سفارش کریں گے۔ مترجم) تو وہ یقیناً اس کو ٹالے گا نہیں بلکہ قبول کرے گا۔ آپؑ مہربانی فرما کر اس سے میرے لیے سوال کریں۔

آپؑ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تیری کفایت کی جائے گی۔

موسیٰ کہتا ہے کہ اسی رات متوکل کے آدمیوں نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک کے پیچھے دوسرا قاصد میرے بلانے کو آیا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل پہنچا۔ وہاں دروازے پر فتح کھڑا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تم گھر پر بیٹھے ہو اور یہاں متوکل نے تمہارے مطالبات کو ادا کرنے کے سلسلے میں ہم لوگوں کو پریشانی میں ڈالا

ہوا ہے اور رات کو بھی کھڑا کیا ہوا ہے۔

میں اندر گیا، متوکل اپنے بستر پر بیٹھا تھا۔ کہنے لگا موسیٰ میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں اور تم بھی بھول جاتے ہو۔ بتاؤ میرے ذمے تمہارا کیا کیا ہے۔ میں نے تفصیل بتادی تو اس نے ان کا میرے لیے حکم دیا کہ ادا کر دیا جائے اور اس کے علاوہ بھی مجھے عطیہ دیا۔

(باہر آکر) میں نے فتح سے پوچھا کہ کیا علیؑ بن محمدؑ یہاں آئے تھے۔ اس نے کہا نہیں تو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا میرے لیے انہوں نے کوئی خط لکھا تھا۔ اس کو بھی اس نے کہا کہ نہیں۔

جب میں واپس جانے لگا تو فتح میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ تم نے آپؑ سے اپنے لیے دعا کرنے کا سوال کیا ہوگا۔ میرے لیے بھی ان سے التماس دعا کرنا۔

موسیٰ کہتا ہے کہ میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا اے موسیٰ تم تو بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہو۔ میں نے عرض کیا میرے آقا یہ آپ کی برکت سے ہے۔ مگر وہ لوگ تو کہتے تھے کہ آپؑ وہاں تشریف نہیں لے گئے اور نہ آپؑ نے اس (متوکل) سے سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا! اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے کہ اہم امور میں، ہم اسی کی پناہ لیتے ہیں مصائب و شدائد میں توکل کرتے ہیں تو اسی پر۔ جب ہم اس سے سوال کریں تو اس نے اس کو قبول کرنے کا ہم کو عادی بنایا ہوا ہے۔

چنانچہ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ اس سے ہم عدول کریں (اور اس عادت کو چھوڑ دیں) تو وہ بھی عدول کرے۔[1]

۲۔ ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ سرمن رائے (سامرا) کے ایک شخص میں برص کی بیماری کے آثار ظاہر ہوئے جس نے اس کی زندگی دو بھر کر دی۔

وہ شخص ابو علی فہری سے ملا اور اپنا حال بیان کیا۔ اس نے کہا کہ کسی دن اگر تیرا ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ سے سامنا ہو جائے تو ان سے سوال کرنا کہ تیرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ شفا

---

[1] مدینۃ المعاجز ۴۶۸۔

عطا کرے۔ مجھے امید ہے کہ یہ بیماری دور ہو جائے گی۔

ایک دن راستے میں اس شخص نے آپؑ کو متوکل کے گھر سے آتے دیکھا۔ آپؑ کو دیکھ کر اٹھا کہ آپؑ کے قریب جا کر دعا کرنے کو کہے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ خدا تم کو صحت دے۔

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پیچھے ہٹو۔ خدا تم کو عافیت بخشے۔ تین مرتبہ دہرایا۔

وہ شخص واپس ابو علی فہری کے پاس آیا اور یہ واقعہ سنایا۔ جو آپؑ نے فرمایا تھا وہ بھی بتایا۔ فہری کہنے لگا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے تمہارے لیے آپؑ نے دعا کر دی ہے۔ تم جاؤ خدا تم کو صحت دے گا۔

وہ شخص اپنے گھر گیا۔ اس نے وہ رات گذاری۔ دوسری صبح اٹھا تو اس کے بدن پر برص کا کوئی نشان نہیں تھا۔[1]

۳۔ زرارہ کا بیان ہے کہ متوکل نے ارادہ کیا کہ سلامی کے دن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام پیدل چلیں۔ (گرمی کے دنوں میں آپ کو تکلیف پہچانے کا قصد کیا۔ مترجم) اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ اس میں آپ کے لیے بدنامی کا پہلو ہے۔ ایسا نہ کیجیے۔ متوکل نے جواب دیا کہ اس سے چارہ نہیں۔

وزیر نے جواب دیا کہ اگر یہ ضروری ہی ہے تو پھر سارے فوجی افسروں اور شہر کے بڑوں کے لیے اعلان کریں کہ سب ہی پا پیادہ چلیں تاکہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اس حکم سے مقصد صرف ابو الحسنؑ ہیں۔ متوکل نے ایسا ہی کیا۔

چنانچہ آپؑ پا پیادہ روانہ ہوئے۔ جب محل کی دہلیز پر پہنچے تو پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں آپ کے پاس گیا اور ان کو ڈیوڑھی میں بٹھایا۔ آپ کے چہرے سے پسینہ پونچھا۔

---

[1] مدینۃ المعاجز۔ ۴۷۴

میں نے آپ سے عرض کیا آپ کے چچازاد بھائی (متوکل عباسی) کا مقصد صرف آپؑ ہی کو تکلیف دینا نہیں تھا لہذا آپ دل میں اس کا برا نہ مانیں۔

آپؑ نے فرمایا چھوڑو اس کو!

تمتعوا فی دارکم ثلاثة ایام ذلك وعد غير مكذوب

تین دن تک اپنے گھر میں (مزید) آرام کر لو۔ یہ ایسا وعدہ ہے۔ جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا

زرارہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک معلم تھا جو شیعہ عقیدہ رکھتا تھا۔ میں اسے مذاق میں رافضی کہا کرتا۔ اس رات نماز عشاء کے بعد میں اپنے گھر گیا تو راستے میں وہ شخص ملا تو میں نے اس سے کہا آؤ رافضی میں تم کو تمہارے امامؑ کی ایک بات سناؤں۔

میں نے وہ سارا قصہ اس کو سنایا اور جو کچھ امام نے فرمایا تھا وہ بھی۔

وہ سن کر کہنے لگا میری بات مانو اور اگر حضرت علی بن محمد علیہم السلام نے وہی کہا ہے۔ جو تم نے بتایا ہے تو پھر اپنا بچاؤ کر لو اور جو کچھ تمہاری ملکیت ہے اس کو اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ متوکل تین دن کے اندر مر جائے گا یا مارا جائے گا۔

زرارہ کو یہ سن کر اس پر غصہ آگیا اور اس کو گالیاں دے کر بھگا دیا۔ مگر بعد میں جب تنہا رہ گیا تو خیال آیا کہ اگر میں ہر طور احتیاط برت لوں تو اس میں کیا نقصان ہے۔ اگر خلیفہ کو کچھ ہو گیا تو میں نے اپنا بندوبست کر لیا ہوگا اور اگر اس کو کچھ نہ ہوا تب بھی مجھے کیا نقصان ہوگا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل گیا اور وہاں سے جو کچھ میرا مال تھا سب نکال لیا۔ اور جو کچھ میرے گھر میں تھا اس کو قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا۔ اپنے گھر میں سوائے ایک چٹائی کے کچھ بھی باقی رہنے نہ دیا۔

اس سے چوتھی رات جب آئی تو متوکل قتل ہو گیا۔

میں اور میرا سارا مال صحیح و سالم رہ گئے۔

اس وقت سے میں شیعہ ہو گیا۔ میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ کی خدمت اپنے لیے لازم کر لی۔ آپ سے اپنے لیے دعا کا سوال کیا۔ میں نے آپؑ کی ولایت کو اپنا لیا جو حق ولایت ہے ۔[1]

[1] البحار، ۱۲/۱۳۴

۴ - آپؑ نے ابن خضیب کو پیغام بھیجا: خدا کی قسم میں تیرے لیے ایسی جگہ بیٹھوں گا کہ اس کے ساتھ تیرے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ خدا نے ان ہی دنوں میں اس کا مواخذہ کیا۔[1]

۵ - ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ متوکل عباسی کے یہاں گئے۔ وہاں آپؑ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ اس وقت آپؑ کا ایک مخالف آگے آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یہ ریا کب تک کریں گے؟

آپؑ نے نماز جلد ختم کی اور سلام کے بعد اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا!

اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو مسخ کر دے۔

وہ شخص اسی وقت گر کر مر گیا۔ یہ واقعہ متوکل کے محل میں مشہور ہوا۔[2]

۶ - علی بن جعفر کہتا ہے کہ میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا۔ متوکل عبید اللہ بن خاقان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس کو اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو میرے سامنے پیش کر کے اپنے آپ کو کیوں زحمت میں ڈالتے ہو۔ تیرے چچا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص علیؑ بن محمدؑ (امام علی نقیؑ) کا وکیل ہے۔

متوکل نے قسم کھائی کہ یہ شخص قید سے نہ نکلنے پائے۔

میں نے اپنے مولا کو لکھا کہ میرا نفس تنگ ہو گیا ہے۔ (پریشانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں) مجھے ٹیڑھے ہونے کا خوف ہے (کہیں راہ سے بے راہ نہ ہو جاؤں)

آپؑ نے جواب میں مجھے لکھا کہ اگر تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں عنقریب بارگاہ خداوندی میں تیرے بارے میں قصد کروں گا (اور تیرے لیے دعا کروں گا) دوسرا جمعہ ابھی نہیں آیا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔

---

[1] کشف الغمہ - ۲۹۳
[2] اثبات الوصیۃ - ۱۸۱
[3] رجال کشی - ۵۰۶

۷۔ ایک شخص جس نے جھوٹی قسم کھائی تھی اس کو آپؑ نے بددعا دی۔ وہ شخص دوسرے دن صبح ہی مرگیا۔ [1]

---

[1] البحار۔ ۱۲/۳/۱۳۴
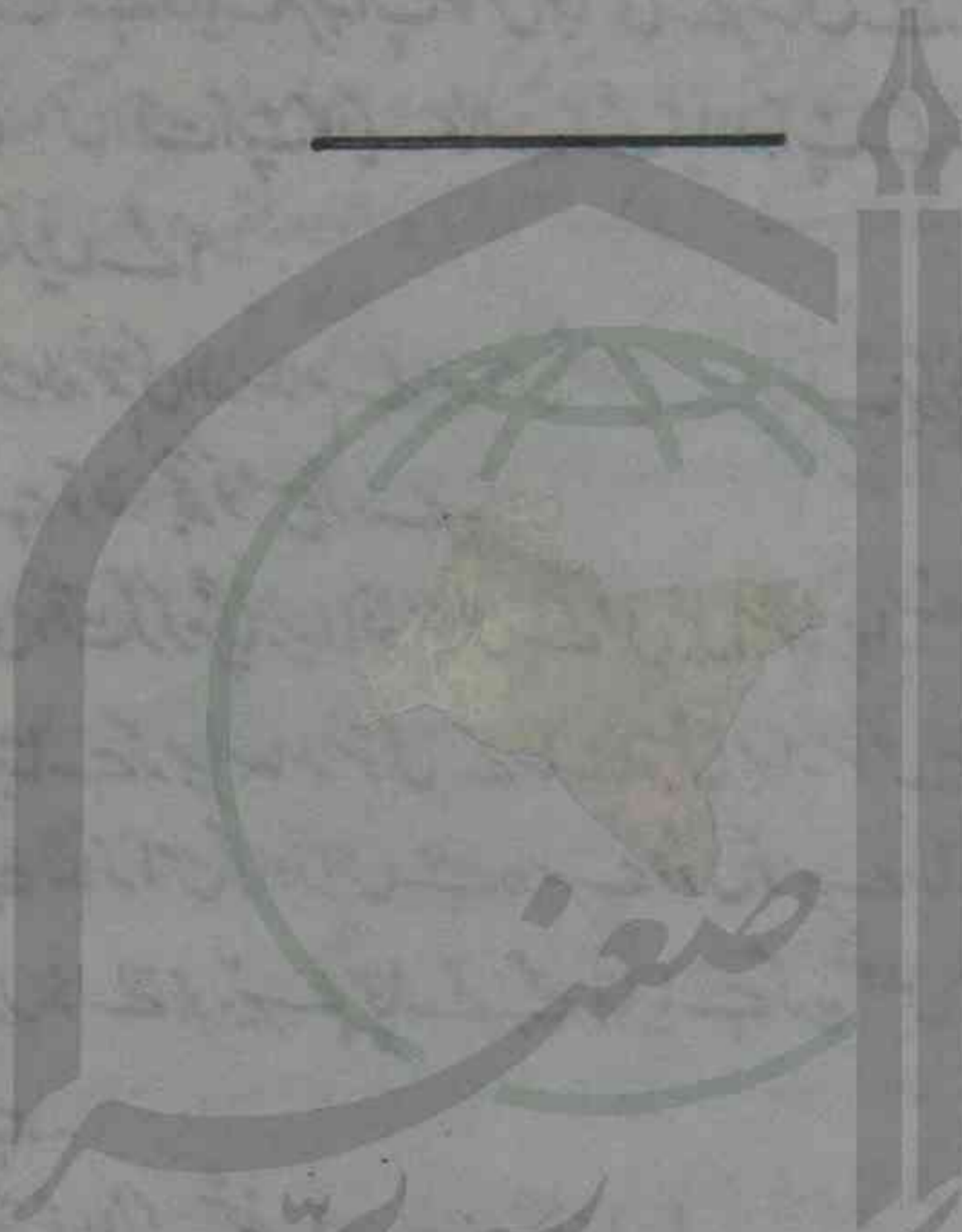
متوکل عباسی کے ساتھ

چھ خلفائے بنی عباس امام علی ہادی علیہ السلام کے ہم عصر رہے ہیں۔ (یعنی المعتصم، الواثق، المتوکل، المنتصر، المستعین اور المعتز) مگر آپؑ پر ان میں سے سب سے زیادہ سخت متوکل عباسی کا دور گذرا ہے۔ متوکل عباسیوں میں وہ تھا جو بنی امیہ میں یزید بن معاویہ تھا۔

آپؑ کے خلاف پہلا سخت اقدام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ آپؑ کو اپنے جد امجد رسولؐ اکرم کے شہر مدینے سے اٹھایا اور سر من رائے (سامرا) میں آپؑ کی خواہش کے برخلاف رہائش پر مجبور کیا۔

متوکل کی حکومت میں جو چودہ سال امامؑ نے گذارے وہ سخت ترین سال تھے۔ اس لعین نے اس دوران آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔

ان میں سے ہم صرف ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو امام علیہ السلام کو پیش آیا۔ یہ واقعہ اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

مختصراً وہ واقعہ یہ ہے کہ متوکل عباسی نے تُرک درباریوں کی ایک جماعت امامؑ کے گھر پر خاموشی سے حملہ کرنے کے لیے بھیجی۔ وہ اچانک دبے۔ قدموں آپؑ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ جہاں آپ تنہا تلاوت کلام پاک کر رہے تھے۔ اس کمرے کے دروازے بند تھے آپؑ نے بالوں کا ایک کُرتا پہن رکھا تھا۔ آپؑ کے سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا۔ آپ ریت اور کنکریوں کے فرش پر بیٹھے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ تھے۔ ذکر حکیم کی وعدے اور وعید کی آیات کو خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔

ابن ساعی کی روایت کے مطابق آپؑ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات کالذین آمنوا وعملوا

الصالحات سواء محیاهم ومماتهم ساء ما یحکمون۔

کیا ان لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ ان لوگوں کے مثل ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔ برابر ہے ان کی زندگی اور موت۔ تم برا حکم لگاتے ہو[1]

آپؑ کو اسی حالت میں رات کے اندھیرے میں متوکل کے پاس لے گئے اور اس کے سامنے کھڑا کیا گیا۔

متوکل اس وقت شراب نوشی میں مشغول تھا۔ اس کے ہاتھوں میں شراب کا پیالہ تھا۔ جب آپؑ کو اس نے دیکھا تو آپؑ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ وہ پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا وہ بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا اے مسلمانوں کے امیر یہ چیز کبھی بھی میرے گوشت وخون سے نہیں ملی۔ مجھے اس سے معاف رکھ[2]

اس نے وہ پیالہ واپس کھینچ لیا۔ اور اشعار کی فرمائش کی۔ کہا کہ کچھ ایسے اشعار پڑھیں جو مجھے پسند آئیں۔ آپؑ نے یہ اشعار سنائے:[3]

باتوا علی قلل الاجبال تحرسهم

غلب الرجال فما اغنتهم القلل ...... الخ

---

[1] مختصر تاریخ الخلفاء ۱۶۔

[2] البدایة والنهایة ۱۱/۱۵، مرآة الجنان ۲/۱۶۰، مروج الذهب ۴/۹۴، مختصر اخبار الخلفاء ۱۶، منهاج السنة ۲/۱۲۹، اعیان الشیعہ ق ۳/۱۸۱، البحار ۱۲/۱۴۹، ماثر الکبراء ۲/۱۱۰، وفیات الاعیان ۱/۳۲۲، نور الابصار۔ حائری ۲۷۸، سفینة البحار ۲/۱۴۲، الائمة الاثنا عشر لابن طولون ۱۰۸، وفاة الامام علی الهادی ۵۷، نزهة المجالس ۲/۱۳۱، نور الابصار ۱۵۰، تذکرة الخواص ۲۰۳۔ الدمعة الساکبہ ۳/۱۴۲۔ الانوار البهیه ۲۴۸، جوهرة الکلام ۱۵۲، عقیدة الشیعة ۲۱۶۔

[3] اعیان الشیعہ ق ۳/۱۰۷

ترجمہ:

انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس حالت میں رات گذاری کہ بہادر و شجاع مرد ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ مگر وہ چوٹیاں ان کو بے پرواہ نہ کر سکیں.... وغیرہ۔[۱]

اس واقعے اور حادثے کا اکثر مورخین اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ ہم اس کے شاید پچاس حوالے پیش کر سکیں۔ چنانچہ ہم نے بعض علماء کے بیانات اس واقعے کے تکرار سے بچنے کے لیے یہاں نقل نہیں کیے ہیں۔

جو بات میں اس باب میں پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جو بھی تاریخ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کا طریق عبادت اور تہجد تھا۔ یہ متواتر روایت ہے کہ امیر المومنینؑ امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ میں سے ہر ایک دن و رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔[۲]

امام رضا علیہ السلام نے دعبل کو خز کی ایک قمیض بطور خلعت عطا کی اور فرمایا کہ اس قمیض کو محفوظ رکھو اس لیے کہ میں نے اس میں ہزار رات نماز پڑھی ہے کہ جن میں ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھی۔ اور اس لباس میں ایک ہزار ختم قرآن کیا۔

ہم نے ان کتابوں کے سلسلے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عبادتوں، ان کی دعاؤں اور ان کی قرائت قرآن کا ذکر پیش کیا ہے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ متوکل عباسی کوئی پہلا یا آخری شخص نہیں تھا جس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ تاریخ تو اس کے پہلے اور بعد کے آنے والے خلفا کے ایسے سخت رویہ سے بھری پڑی ہے۔

مسلمانوں کا مال (ان کے ہاتھوں) غلاموں، مخنثوں اور شراب پر صرف ہوتا تھا سب

---

[۱] الغدیر ۳/ ۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/ ۴ ۱۲۔ المناقب ۲ / ۲۵۱

[۲] اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۷

ہی کا معیار زندگی اور مطمح نظر یہ تھا کہ وہ اپنے گرد گانے بجانے والوں کو جمع رکھے اپنے رازدان پست اور کمینے لوگ رکھے جن کے ساتھ وہ اپنی رنگین راتیں گذارے۔

اگر آپ امام جواد علیہ السلام کی مامون عباسی کو شراب ترک کرنے کی نصیحت پر غور کریں۔ تو اندازہ ہوگا کہ یہ لوگ اندھا دھند خواہشات کی پیروی میں اور جرائم کے ارتکاب میں کس حد تک آگے بڑھے ہوئے تھے۔

مامون عباسی اپنے دوسرے خلفا میں جلالت و بزرگی اور علم و معرفت میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ بھی شراب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں نصوص نہ ہوتیں، ان کے بارے میں رسولؐ اکرم کی احادیث نہ ہوتیں، یہ حضرات علیہم السلام دو ثقلین میں سے ایک نہ ہوتے جو پیغمبرؐ اکرم امت کے درمیان چھوڑ گئے تھے۔ پھر بھی وہ دوسروں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ وجہ ان کا تقویٰ و پرہیزگاری، علم و شرف تھا اور وہ فضائل تھے جن سے وہ متصف تھے۔

مگر تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے جاتا ہے جو ان حضراتؑ سے علم و عمل اور تقویٰ اور شرف میں کمتر اور نسب و حسب میں رسولؐ اللہ سے بہت دور ہیں۔

اتستبدلون الذی ھو ادنٰی بالذی ھو خیر

کیا تم تبدیل کرتے ہو اس کو جو پست ہے اس کے بدلے جو بہتر ہے۔

امام علی ہادی علیہ السّلام

علماء اور دانشوروں کی نظر میں

اس باب میں ہم امام ابوالحسن علی ہادی علیہ السلام کے بارے میں علماء اور دانشوروں کی تحریر سے اقتباسات اور آپؑ کے فضائل، آثار اور مناقب و مکارم کو مختصراً پیش کریں گے۔

یہ بات کہ دوست اور دشمن سب ہی آپؑ کو بڑا اور عظیم انسان سمجھتے اس کی تصویر ان اقوال کے مطالعے سے ابھرتی ہے۔ اور مسلمانوں کا آپؑ کی جلالت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق واضح نظر آتا ہے۔

کتابوں میں تو سینکڑوں اقوال ہیں مگر ہم یہاں ان میں سے پچیس اقوال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام علی ہادی علیہ السلام کو متوکل عباسی نے یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد یقیناً امیرالمومنین (خود متوکل) آپؑ کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔ آپ سے قرابت اور رشتہ داری کی رعایت کرتے ہیں۔ آپؑ کے حق کو واجب اور فرض سمجھتے ہیں۔ آپؑ کے اور آپؑ کے اہل بیت کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔

اسی میں آپؑ کے اور ان کے (متوکل کے) حالات کی اصلاح اور درستگی ہے اور آپؑ کی اور ان کی عزت و وقار کا برقرار اور ثابت رہنا ہے۔

آپؑ کے اور ان کے امر و معاملے میں احکام جاری کرنے میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں

آپؑ کے اور ان کے سلسلے میں جو ان کا فریضہ ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔

امیرالمومنین نے مناسب سمجھا کہ عبداللہ بن محمد کو جن امور پر وہ والی تھا یعنی جنگ اور نماز سے منصرف کردیں (اور عہدے سے ہٹادیں) کیونکہ جیسا کہ آپؑ نے ذکر کیا ہے۔ وہ آپؑ کے حق میں جہالت اور کمینگی سے کام لیتا تھا اس نے آپؑ پر الزام لگائے اور ایسی باتیں منسوب کیں جو امیرالمومنین کو معلوم ہے کہ آپؑ ان سے بری ہیں۔ ان پر آپؑ کی نیت کی صداقت اور سچائی اور باطن کی اچھائی آشکار ہوچکی ہے۔ آپؑ کے سینے کا سالم ہونا واضح ہوچکا ہے۔ یہ بھی کہ آپؑ اپنے نفس کو ان امور کا اہل نہیں سمجھتے جو اس نے آپؑ کے بارے میں ذکر کیئے ہیں۔ امیرالمومنین نے اس کی جگہ مدینہ رسولؐ میں جنگ و نماز میں والی اور حاکم محمد بن فضل کو بنایا ہے اور اس کو آپؑ کی عزت و توقیر، اکرام و احترام کرنے اور آپؑ کے امر اور رائے پر عمل کرنے اور آپؑ کی مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کہ اس طرح وہ اللہ اور امیرالمومنین کا تقرب حاصل کرے۔

امیرالمومنین آپؑ کے مشتاق ہیں۔ آپؑ کے قرب سے تجدید عہد کو اور آپؑ کے میمون و مبارک چہرے کی طرف نظر کرکے تبرک حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

اگر آپؑ ان کی ملاقات میں اور ان کے پاس رہنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور ان کے بارے میں جو آپ کو پسند ہو تو آپؑ ـــــ اپنے اہل بیت اور موالیوں اور اپنے حشم و خدم میں سے جن کو منتخب کریں۔ ان کو لے کر حاضر ہوں۔

فرصت اور اطمینان سے جب چاہیں کوچ کریں اور جب چاہیں نزول اجلال کریں جس طرح آپؑ چاہیں چلیں۔

اگر آپ پسند کریں اور آپؑ کی رائے میں یہ اچھا ہو تو یحیٰی بن ہرثمہ بن اعین امیرالمومنین کا غلام اور جو لشکر اس کے پاس ہے آپؑ کی خدمت میں ہو۔ یہ آپؑ کے کوچ پر کوچ کریں، اور آپؑ کے نزول و قیام پر نزول و قیام کریں۔

اس سلسلے میں امر و حکم آپؑ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے اس کو آپؑ کی اطاعت کرنے اور تمام ان چیزوں کے بارے میں جو آپؑ کو پسند ہوں لکھا ہے۔

اب آپؑ اللہ تعالٰی سے استخارہ کیجیے۔

کوئی شخص بھی امیر المومنین کے یہاں ان کے اہل بیت اولاد اور خواص میں زیادہ لطیف منزل والا یا قابل تعریف نشان والا نہیں اور نہ ہی وہ ان کی طرف زیادہ لطف کی نظر کرتے ہیں، نہ زیادہ نیکی اور زیادہ شفقت سے پیش آئے ہیں، نہ زیادہ سکون ان کو ملتا ہے بہ نسبت آپ کے۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس کو لکھا ابراہیم بن عباس نے

اس مہینے میں ۲۴۳ھ میں [1]

۲۔ یحییٰ بن ہرثمہ جس کو متوکل عباسی نے امام علی ہادیؑ کو سر من رائے (سامرا) لانے کے لیے مدینے بھیجا کہتا ہے کہ جب میں شہر مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی بے انتہا چیخ و پکار بلند ہوئی۔ ایسی کہ پہلے لوگوں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ یہ واویلا حضرت علی (نقیؑ) کے بارے میں خوف کی وجہ سے تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی ہے۔ (اور قیامت برپا ہو گئی ہے) امام مدینے والوں سے نیکی اور احسان کیا کرتے تھے۔ مسجد نبوی میں رہا کرتے۔ دنیا کی طرف ان کا جھکاؤ نہیں تھا۔

میں ان کو تسلی دیتا اور ان کے سامنے قسمیں کھاتا کہ میں آپؑ کے لیے کسی ناپسند کام پر مامور نہیں ہوا ہوں۔ آپ کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔

میں نے آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو سوائے قرآن مجید کے نسخوں، دعاؤں اور علمی کتابوں کے اور کچھ نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میری نگاہوں میں آپ کی عظمت دوبالا ہو گئی۔ میں خود آپؑ کی خدمت کرنے لگا اور آپ سے اچھی طرح پیش آنے لگا۔

آپؑ کو لے کر میں بغداد پہنچا۔ وہاں اول اسحاق طاہری گورنر بغداد کے پاس گیا۔ اسحاق طاہری نے مجھ سے کہا اے یحییٰ یہ شخص وہ ہے جو رسول اللہؐ کی اولاد میں ہے

---

[1] الفصول المہمہ ۲۶۵

متوکل کو تو جانتا ہے۔ اگر تو نے متوکل کو ان کے خلاف اکسایا اور ورغلایا۔ جس کے نتیجے میں اس نے آپؑ کو قتل کر دیا۔ تو یاد رکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قیامت کے دن تیرے دشمن ہوں گے۔

میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے ان کے متعلق بجز اچھے اور احسن کام کے اور کوئی ایسی چیز نہ دیکھی نہ سنی ہے۔

وہاں سے لے کر میں آپ کو سرمن رائے (سامرا) گیا اور اول وصیف ترکی سے ملا۔ اور اس کو آپؑ کے وہاں پہنچ جانے کی خبر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر ان کا ایک ذرا سا بال بھی گرا تو اس کا تجھ ہی سے مطالبہ ہو گا۔

یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ بھی وہی بات کرتا ہے جو اسحٰق طاہری نے مجھ سے بغداد میں بات کی تھی۔

چنانچہ جب میں متوکل عباسی کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے آپؑ کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے اس سے آپ کی حسن سیرت، پرہیز گاری اور زہد و تقویٰ کا ذکر کیا۔ یہ بھی بتایا کہ جب میں نے آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو سوائے قرآن کی جلدوں اور علمی کتب کے اور دوسری کوئی چیز مجھے نہ ملی۔ اس کا بھی اس سے ذکر کیا کہ مدینے کے لوگ آپؑ کے متعلق خوفزدہ تھے کہ ان کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے۔[۱]

۳۔ ابو عبداللہ جنیدی کہتے ہیں کہ قسم ہے خدائے تعالےٰ کی آپؑ اہل زمین میں سب سے بہتر ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔[۲]

۴۔ یزداد طبیب کہتا ہے کہ اگر مخلوق میں کوئی علم غیب جانتا ہے تو وہ آنجنابؑ ہیں۔[۳]

۵۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ جہاں تک آپؑ کے مناقب کا تعلق ہے۔ تو وہ ان میں سے وہ ہے جو کانوں میں بالیوں کی زینت کی جگہ ہیں۔ ان سے شفقت اور محبت

---

[۱] تذکرۃ الخواص ۲۰۳

[۲] مآثر الکبرا ۳/۹۶

[۳] البحار ۱۲/۱۳۷

کی بنا پر اس طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ جیسے قیمتی موتی اپنے صدفوں سے گھرے ہوتے ہیں۔
ابوالحسنؑ کے لیے گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ کا نفس نفیس اوصاف سے موصوف ہے۔
وہ درجہ نبویہ کے کنگروں کی چوٹیوں اور بلندیوں کے کناروں پر ہے۔

ایک دن ابوالحسنؑ سر من رائے (سامرا) سے باہر کسی بستی کی طرف اپنے کام سے گئے۔ اس دوران ایک اعرابی آپؑ کو تلاش کرتا ہوا آیا۔ تو اس کو بتایا گیا کہ آپ شہر سے باہر فلاں جگہ گئے ہیں۔ وہ وہاں آپؑ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ میں کوفہ کے اعراب میں سے ہوں جو آپؑ کے جد امجد امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے تمسک رکھتے ہیں۔ اس وقت مجھ پر بھاری قرض ہوگیا جس کے بوجھ تلے میں دب گیا ہوں۔ اس کو ادا کرنے کے لیے آپؑ کے علاوہ کوئی شخص نظر نہیں آتا۔

ابوالحسنؑ نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے گی۔ اس شخص کو اپنے پاس مہمان رکھا۔

دوسرے دن اس اعرابی سے کہا کہ میری تم سے ایک درخواست ہے۔ اللہ اللہ کہ کہیں اس میں میری مخالفت نہ کرنا اور میرا کہا ماننا۔

اعرابی نے حامی بھر لی۔

ابوالحسنؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ لکھا کہ اعرابی کا کچھ مال میرے ذمے ہے۔ اور وہ اتنا ہے۔ آپؑ چاہتے ہیں کہ اس کو دوسرے قرضوں سے پہلے ادا کریں۔
یہ خط اس شخص کو دے کر کہا کہ جب میں سر من رائے (سامرا) پہنچوں تو میرے گھر پر اس وقت آ کر جب کچھ لوگ موجود ہوں یہ خط دینا اور اس قرض کا مطالبہ کرنا۔ ذرا سخت لہجہ اختیار کرنا اور اصرار کرنا کہ ابھی تک آپؑ نے یہ قرض ادا نہیں کیا۔

خدا سے ڈرو۔ میری مخالفت نہ کرنا۔

وہ راضی ہوگیا اور وہ خط لے کر چلا گیا۔

چنانچہ جب ابوالحسنؑ سر من رائے (سامرا) واپس پہنچے اور آپؑ کے پاس خلیفہ کے بھی بہت سے آدمی جمع تھے تو وہ اعرابی آیا اور اس نے خط پیش کر کے آپؑ سے قرض کی

ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ جیسا آپؑ نے کہا تھا وہی کچھ کیا۔

ابوالحسنؑ نے اس کو نرمی سے جواب دیا اور معذرت چاہی۔ وعدہ کیا کہ اس کا حق ادا کیا جائے گا اور اس بارے میں وہ تسلی رکھے۔

یہ واقعہ خلیفہ متوکل عباسی کے یہاں اس کے آدمیوں نے دہرایا۔ یہ سن کر متوکل نے حکم دیا کہ ابوالحسنؑ کو تیس ہزار درہم بھیجے جائیں۔ وہ تیس ہزار درہم آپؑ کو ملے تو اس اعرابی کے انتظار میں اس کو رکھ چھوڑا۔

کچھ دنوں میں وہ اعرابی آیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ رقم لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو۔ جو بچ رہے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اور ہم کو معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ بخدا مجھے اس سے ایک تہائی (دس ہزار) سے بھی کم کی توقع تھی۔ مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے۔

یہ ایسی منقبت ہے کہ جو شخص بھی سنے گا آپؑ کے مکارم اخلاق کا قائل ہو جائے گا۔[1]

۶۔ احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کہتا ہے کہ ابوالحسن علی الہادی بن محمد جواد بن علی رضاؑ ائمہ اثنا عشر میں سے ایک ہیں۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے آپؑ کی چغلی کھائی گئی۔ اس سے کہا گیا کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور لوگوں کے خطوط اور کچھ دوسری چیزیں بھی ان کے شیعوں کی جانب سے موجود ہیں۔

چغلی کھانے والوں نے متوکل کو باور کرانے کی کوشش کی کہ آپؑ اپنے لیے حکومت چاہتے ہیں۔

متوکل نے اپنے چند ترک سپاہیوں کو رات کے وقت خاموشی سے گھر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ ترک دبے پاؤں آپؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ کو ایک علیحدہ کمرے میں تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ آپؑ نے بالوں کا بنا ہوا ایک کرتا زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ قبلہ رخ بیٹھے وعدے اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔ کمرے میں فرش

---

[1] مطالب السؤل۔ ۸۸۔

ریت اور کنکریوں کا تھا۔ وغیرہ [۱]

۷۔ عمر بن وردی کہتا ہے کہ علیؑ جن کا لقب زکی، ہادی اور نقی ہے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ آپؑ حضرت جوادؑ کے فرزند ہیں۔

متوکل کے یہاں آپؑ کی چغلی کھائی گئی کہ آپؑ کے پاس (حکومت کے مخالفین کے) خطوط اور ہتھیار ہیں۔ اس نے کچھ ترکوں کو رات کی تاریکی میں خاموشی سے آپ کے گھر بھیجا۔ آپؑ کو ترکوں نے ایک کمرے میں پایا جس کا دروازہ بند تھا۔ آپؑ بالوں کا ایک کرتا پہنے قبلہ رخ بیٹھے وعدے اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔ جس فرش پر آپ بیٹھے تھے وہ ریت اور کنکریوں کا تھا۔

اسی حالت میں آپؑ کو متوکل کے پاس لے جایا گیا۔ متوکل اس وقت شراب کی محفل جمائے تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔

آپؑ کو دیکھ کر اس نے تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

شراب کا پیالہ آپ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کے امیر یہ چیز میرے گوشت اور خون میں کبھی نہیں ملی۔ مجھے اس سے معاف رکھ۔ اس نے پیالہ واپس رکھ لیا۔ کہنے لگا کہ مجھے کچھ اشعار سنائیں۔ [۲]

۸۔ عبداللہ بن اسعد یافعی کہتا ہے کہ ابو الحسن علیؑ ہادی بن محمدؑ جواد بن علی رضاؑ بن موسیٰ الکاظمؑ بن جعفر الصادقؑ علوی حسینی چالیس سال زندہ رہے۔ وہ جنابؑ عبادت گذار فقیہ اور امام تھے۔ [۳]

۹۔ حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر کہتا ہے کہ ابو الحسن علیؑ ہادی بیٹے تھے محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ باقر بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ

---

[۱] وفیات الاعیان ۲/ ۴۳۵

[۲] تاریخ ابن الوردی ۱/ ۲۳۲

[۳] مرآۃ الجنان ۲/ ۱۶۰

الشہید بن علیؑ ابن ابی طالب کے۔ بارہ اماموں میں سے ایک تھے۔ وہ حسنؑ بن علیؑ عسکری کے والد تھے۔ آنجنابؑ عابد و زاہد تھے۔ متوکل عباسی نے ان کو سامرا (مدینے سے) بلایا۔ وہاں آپؑ بیسؑ سال سے کچھ ماہ زیادہ رہے۔ ۲۵۴ھ دو سو چون ہجری میں آپؑ کی وفات ہوئی۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے ذکر کیا گیا کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور (مخالف) لوگوں کے بہت سے خطوط ہیں۔ اس نے اچانک حملہ کرنے کے لیے لوگ بھیجے جنہوں نے آپؑ کو قبلہ رُخ بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ پشم کا کرتا پہنے ہوئے مٹی پر بیٹھے تھے جس پر کوئی فرش فروش نہیں تھا وہ لوگ اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے یہاں لے گئے۔۔۔۔ وغیرہ[۱]

۱۰۔ محمد سراج الدین رفاعی کہتا ہے کہ امام علیؑ ہادی بن امام محمدؑ جواد کا لقب تقی[۲] ہے عالم فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب ہے۔ آپ مدینے میں دو سو بارہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ معتبر عباسی کی خلافت کے زمانے میں آپؑ زہر سے دو شنبہ تین رجب سنہ دو سو چون ہجری (۲۵۴ھ) کو شہید ہوئے۔

آپ کی اولاد پانچ ہیں: امام حسن عسکریؑ، حسین، محمد، جعفر اور عائشہ امام حسنؑ عسکری کی اولاد صاحب سرداب حجت منتظر ولی اللہ محمد مہدیؑ ہیں[۳]

۱۱۔ شمس الدین محمد بن طولون کہتا ہے کہ ان میں سے دسویں ان کے فرزند علیؑ ہیں۔ اور وہ ابوالحسن علی ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ باقر بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں جو امامیہ میں عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔

متوکل عباسی کے یہاں آپ کی چغلی کھائی گئی کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور شیعوں کی طرف سے خطوط وغیرہ ہیں۔ متوکل کو باور کرایا گیا کہ آپؑ خود اپنے لیے حکومت چاہتے ہیں۔

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ۔ ۱۱/۱۵

[۲] صحیح یہ ہے کہ آپ کا لقب نقی تھا اور تقی آپ کے والد امام جواد کا لقب تھا۔

[۳] صحاح الاخبار ۵۶

متوکل نے چند ایک تُرک سپاہیوں کو آپؑ کے گھر پر خاموشی سے حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ دبے پاؤں آپؑ کے گھر میں گھسے تو آپؑ کو ایک کمرے میں اکیلا پایا جس کا دروازہ بند تھا۔ آپؑ نے بالوں کا بُنا ہوا ایک کرتا زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپؑ کے سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا۔ آپؑ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے وعدے اور وعید کی آیات قرآنی خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔ آپؑ ریت اور کنکریوں کے فرش پر بیٹھے تھے.... وغیرہ [۱]

۱۲۔ احمد بن حجر ہیثمی کہتا ہے کہ علیؑ عسکری اس نام اور لقب سے اس لیے مشہور ہوئے کہ جس زمانے میں مدینہ نبویہؐ سے آپؑ کو سر من رائے (سامرا) لائے اور وہاں آپؑ کو ٹھہرایا گیا تو اس کو عسکر کہا کرتے تھے۔ اسی لیے آپؑ عسکری مشہور ہو گئے۔ آپؑ اپنے والدؑ کے علم اور سخاوت کے وارث تھے۔ وغیرہ [۲]

۱۳۔ احمد بن یوسف بن احمد دمشقی قرمانی کہتے ہیں کہ نویں فصل علم و علم اور احسانات کے گھر امام علی بن محمد ہادی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ہے۔ آپؑ مدینے میں پیدا ہوئے آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ اور آپؑ کا لقب ہادی اور متوکل تھا۔ آپ گندم گوں تھے۔ آپ کی انگوٹھی پر "اللہ ربی وعصمتی من خلقہ" کندہ تھا۔

آپؑ کے مناقب نفیس اور آپؑ کے اوصاف شریف ہیں.... وغیرہ [۳]

۱۴۔ عبدالحی بن عماد حنبلی کہتا ہے کہ ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بن رضا علیؑ بن کاظم موسیٰؑ بن جعفرؑ صادق علوی حسینی جو ہادیؑ کے لقب سے مشہور تھے۔ فقیہ، عالم اور عبادت گذار تھے... وغیرہ [۴]

---

[۱] الائمۃ الاثناعشر ۱۰۸

[۲] صواعق محرقہ۔ ۲۰۵

[۳] اخبار الطوال ۱۱۷

[۴] شذرات الذہب ۲/ ۱۲۹

۱۵۔ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی کہتا ہے کہ امام علیؑ ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق جو اپنے والد کے بعد امام تھے، دسویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام شہامہ[1] تھا۔ آپؑ کے القاب نقی اور ہادی تھے۔ ان میں سے پہلا لقب زیادہ مشہور تھا۔ آپؑ مدینے میں تیرہ رجب سنہ دو سو چودہ ۲۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ سر من رائے (سامرا) میں زہر سے دوشنبہ کے دن جمادی الآخر کی ۵ راتیں باقی تھیں جب ۲۵۴ھ میں شہید ہوئے اور سر من رائے میں اپنے گھر میں دفن ہوئے۔[2]

۱۶۔ عبداللہ شبراوی شافعی کہتا ہے کہ ائمہ میں سے دسویں علی ہادیؑ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینے میں ماہ رجب میں ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ سے ملنے آیا ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔[3]

۱۷۔ محمد امین سویدی بغدادی کہتا ہے کہ آپؑ مدینے میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسن اور آپؑ کا لقب ہادیؑ ہے۔ آپ گندم گوں تھے۔ آپؑ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔

اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ

آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

حکایت کی گئی ہے کہ آپؑ سے ملنے کے قصد سے ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے جد امجد علیؑ بن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھنے والوں میں ہوں۔[4]

مومن شبلنجی کہتا ہے کہ آپؑ جناب رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں صواعق میں ہے کہ ابوالحسنؑ عسکری علم و سخاوت میں اپنے والدؑ کے وارث تھے۔ حیات الحیوان میں ہے۔ کہ عسکری کے نام سے اس لیے پکارے گئے کہ جب متوکل عباسی کے یہاں آپؑ کی بہت زیادہ چغلی کھائی گئی تو اس نے مدینے سے بلوا کر آپؑ کو سر من رائے میں ٹھہرایا ۔ ۔ ۔ الخ۔[5]

---

[1] صحیح نام سمانہ ہے۔

[2] سمط النجوم العوالی۔ ۴/ ۱۳۷

[3] الاتحاف بحب الاشراف ۶۷

[4] سبائک الذہب ۷۵

[5] نور الابصار ۱۴۹

۱۹۔ محمود بن وہیب بغدادی کہتا ہے کہ وہ علیؑ ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ باقر بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ آپ جناب رضی اللہ عنہ مدینے میں رجب الاصم ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں۔ ان کا نام سمانہ مغربیہ تھا۔ بعضوں نے دوسرا نام بھی بتایا ہے۔ آپؑ کی کنیت صرف ابوالحسنؑ تھی۔ آپؑ کے القاب بہت سے ہیں؛ ناصح، متوکل، متقی، مرتضیٰ اور ہادیؑ۔ آخری لقب زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کا رنگ گندم گوں اور قد و قامت درمیانہ تھا۔

صواعق میں کہا ہے کہ آپ اپنے والد کے علم و سخاوت میں وارث تھے۔

آپ کے بارے میں مفصل گفتگو کے بعد کہا ہے۔

خدایا ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے رسولؐ کے ان اہل بیتؑ کا واسطہ دے کر کہ ہمارے دلوں کو منور کر دے تمام و کمال کے ساتھ۔ ہمارے سینوں کو اسلام کے لیے کھول دے۔ ہم کو ان مکرم و محترم حضرات کے دین پر زندہ رکھ اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ السادۃ الاعلام والتابعین لہم الی یوم القیام کی ملت و دین پر موت دینا۔[۱]

۲۰۔ علی جلال حسینی نے کہا کہ ابوالحسن الثالث علیؑ ہادی بن محمدؑ ہیں۔ آپؑ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ایسے علاقے میں رہتے تھے جس کو عسکر کہا جاتا تھا۔ متوکل آپ سے ڈرتا تھا اس لیے خود سر من رائے میں رہتا تھا۔

آپؑ کو علی نقیؑ، زکی کہا جاتا تھا۔

آپ فقیہ فصیح حسین و جمیل اور باہیبت تھے۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ آپؑ بہت پاکیزہ خوبصورت و شاداب تھے۔ گفتگو میں بہت اچھے تھے۔[۲]

۲۱۔ محمد امین غالب الطویل کہتا ہے کہ آپ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ حتیٰ کہ کوئی شخص

---

[۱] جوہرۃ الکلام ۱۵۴

[۲] الحسین ۲/۲۰۷

آپؑ کی عصمت و طہارت میں شک نہیں کرتا تھا۔ لیکن امامت کی ہیبت نے خلیفہ متوکل عباسی کو خطرے میں ڈال رکھا تھا۔

اس سے چغلی کھائی گئی کہ آپؑ نے اس کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے اور خلافت کا خود دعویٰ کرنے کے لیے اپنے گھر میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور دوسری تیاریاں کی ہوئی ہیں۔

چنانچہ خلیفہ نے رات کی تاریکی میں ترکی لشکری بھیجے جنہوں نے آپ کے گھر پر حملہ کیا۔ خلیفہ نے ترکی لشکری اس لیے منتخب کئے تھے کہ وہ عربوں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا۔ عربوں کو معلوم تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار کون ہے۔ اس کے برعکس ترک تازہ مسلمان تھے۔ وہ اسلام اور خلافت کی گہرائیوں سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ وہ عباسیوں کی بھرپور مدد اور نصرت کرتے تھے۔ عباسی بھی ترک لڑکیوں سے شادی کرتے اور اس طرح دونوں قریب آ گئے تھے۔

ترکی لشکری رات کے وقت امام کے گھر میں گھس آئے۔ دیکھا کہ آپ پشم کی ایک ردا اوڑھے ہوئے زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

گھر کے چپے چپے کی تلاشی لی گئی اور پھر آپ کو خلیفہ کے پاس لے آئے۔

خلیفہ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں نے امامؑ کو زہد و پرہیزگاری کی حالت میں دیکھا ہے۔ اور خروج اور بغاوت کی تیاری کا کوئی سامان اور اسباب وہاں نہیں پایا۔۔۔۔ الخ [۱]

۲۲۔ سید عبدالوہاب ہدری کہتا ہے کہ امام ہادیؑ سامرا کی مختلف مجالس میں جاتے مصیبت زدوں کی پرسش احوال کرتے، محتاجوں کی مدد کرتے، مساکین پر رحم کرتے، یتیموں سے شفقت سے پیش آتے۔ رات کی تاریکی میں خاموشی سے آپ بیوہ عورتوں اور بے سہارا خواتین کے یہاں جاتے اور ان میں رقم کی تھیلیاں تقسیم کرتے۔ اس وقت آپؑ کا سارا لباس تھیلیاں ہوتا۔ آپ کا یہ اقدام

لا نرید منکم جزاء و لا شکورا

---

[۱] تاریخ العلویین۔ ۱۶۷

ہم تم سے صلہ اور شکریہ نہیں چاہتے۔

کے مصداق ہوتا۔

دن کے وقت اپنے کام پر نکلتے اور سورج کی تیز دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے کھیت میں کام کرتے یہاں تک کہ پسینے پسینے ہو جاتے۔

رات آتی تو اپنے پروردگار کی طرف سجدہ کرتے ہوئے رکوع کرتے ہوئے خضوع و خشوع کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

آپؑ کی روشن اور منور پیشانی اور زمین کے درمیان ریت اور کنکریوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔

آپ اپنی اس مشہور دعا کو بار بار دہراتے:

الھی مسیٔ قد ورد، و فقیر قد قصد، لا تخیب مسعاہ، و ارحمہ، و اغفر لہ خطاہ۔

میرے معبود ایک برا شخص حاضر ہوا ہے۔ فقیر و محتاج نے قصد و ارادہ کیا ہے اس کی سعی کو ناامید نہ کرنا۔ تو اس پر رحم فرما۔ اس کی خطا کو معاف کر دے۔[1]

۲۳۔ خیرالدین زرکلی کہتا ہے کہ ابوالحسن عسکری علیؑ (جن کا لقب ہادی ہے) بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ بن جعفرؑ حسینی طالبی بارہ اماموں میں سے دسویں ہیں جو اتقیاء اور صلحاء میں سے ایک ہیں۔ آپ مدینے میں پیدا ہوئے۔

متوکل عباسی سے آپؑ کی چغلی کھائی گئی تو اس نے آپؑ کو بغداد کی طرف بلوایا اور سامرا میں ٹھہرایا۔ اس کا نام مدینۃ العسکر تھا کیونکہ معتصم نے جب اس کو آباد کیا تھا تو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں منتقل ہوا تھا۔

چنانچہ ابوالحسنؑ کو اسی شہر سے نسبت دی گئی۔

متوکل سے پھر رابطہ کیا گیا کہ آپ خلافت اور حکومت کے خواہاں ہیں۔

---

[1] "سیرۃ الامام العاشر علی الہادی۔ ۵۹

آپؑ کے گھر میں شیعوں کی طرف سے اس سلسلے کے خطوط موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے۔

چنانچہ متوکل نے ایسے لوگ آپؑ کے گھر بھیجے جو آپؑ کو اس کے پاس لے گئے۔ مگر متوکل کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے خلاف پڑتی ہو۔[۱]

۲۴۔ سید عبد الرزاق بدری اپنی کتاب "سیرۃ الامام العاشر علی الہادی علیہ السلام" میں کہتے ہیں کہ میں اس کتاب میں امام علی ہادی علیہ السلام کی سیرت کی تصویر کشی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تقویٰ، امامت، جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے شہادت ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ اور فضیلت، اخلاق اور روح کی بلندی کی تصویر کھینچنا چاہتا ہوں ..... الخ[۲]

۲۵۔ ڈوایٹ۔ م۔ رونلڈسن آپؑ کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد کہتا ہے کہ بہت سے لوگ آپؑ سے علم و دیانت حاصل کرنے آتے۔ یہ لوگ عراق، ایران اور مصر کے مختلف شہروں سے آتے۔ ان علاقوں میں آل محمدؐ کے شیعہ بڑی تعداد میں بستے۔[۳]

---

[۱] الاعلام ۵/۱۴۰

[۲] سیرۃ الامام العاشر۔

[۳] عقیدۃ الشیعہ ۲۱۵

حرفِ آخر

ان صفحات میں امام ابوالحسن ہادی علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی بیان کیے گئے۔ اس میں آپؑ کی عبادت وسیرت کا بھی کچھ ذکر ہوا ہے۔ آپؑ کے بعض خطوط اور حکیمانہ اقوال اور آپ کی دعائیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ یہاں علماء اور عظیم دانشوروں کے تاثرات بھی قلمبند کیے گئے ہیں جن سے آپؑ کی منزلت کی بلندی اور مقام کی رفعت کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان سے آپؑ کی تعریف وتوصیف بھی ہوتی ہے۔

ضروری ہے کہ اس نورانی سیرت کو ہم اپنی زندگی کا منہاج اور راستہ قرار دیں۔ عملی زندگی میں اسی راستے پر گامزن ہوں اور اسی راستے پر مسلسل چلتے رہیں۔

بلاشبہ آج امت مسلمہ اس بات کی زیادہ محتاج نظر آتی ہے کہ وہ اپنی بنیاد ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرتوں پر استوار کرے ان کی تعلیمات پر عمل کرے اور ان کے اخلاق کو اپنائے

قل ھٰذا سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی و سبحان اللہ وما انا من المشرکین۔

کہہ دیں کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ اپنے آپ کو اور اس کو جو میری اتباع کرے بلاتا ہوں۔ اللہ منزہ اور پاک ہے۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔
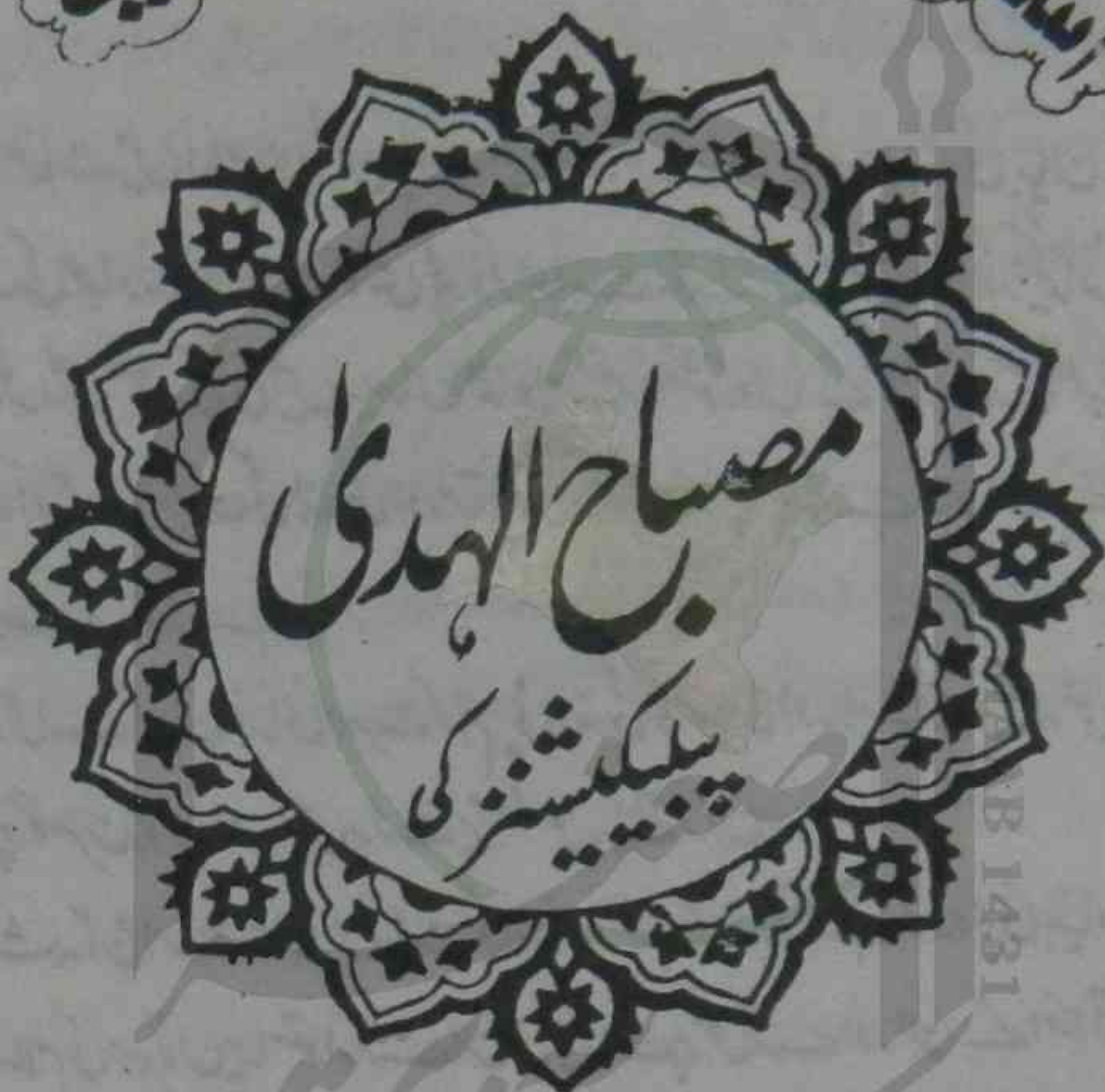
اسلام شناسی کے لیے
مصباح الہدیٰ
پبلیکیشنز کی
شائع کردہ کتب کا مطالعہ کریں
ملنے کا پتہ
قرآن سنٹر ۲۴-۱ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور